Spot CMYK#Waheed

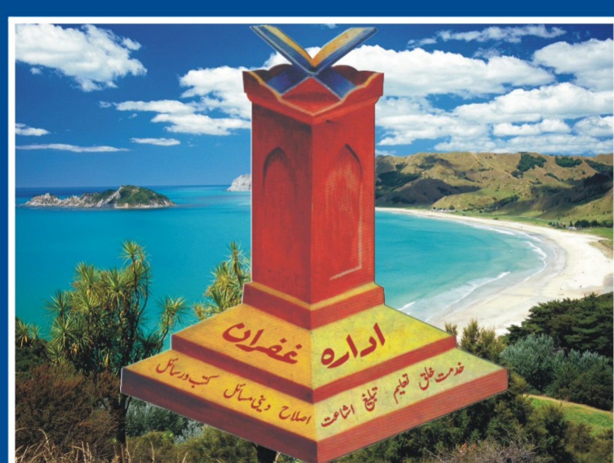

ماہنامہ التبلیغ

راولپنڈی

بشرفِ دعا
حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ
وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبد السلام

مجلسِ مشاورت
مفتی محمد یونس مفتی محمد امجد حکیم محمد فیضان غفار الحق

فی شمارہ.................25 روپے
سالانہ.................300 روپے

پبلشرز
محمد رضوان
سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط وکتابت کا پتہ
ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959
راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر
الحاج غلام علی فاروق
(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہو جانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17
عقب پٹرول پمپ وچمڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان
فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5780728
www.idaraghufran.org
Email: idaraghufran@yahoo.com

ترتیب وتحریر

صفحہ

اداریہ ....رمضان کا احترام یہ بھی ہے!!!..............مفتی محمد رضوان ۳

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط۸۲).... اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش اوراس پر صبر کا حکم........// // ۵

درسِ حدیث ....نمازِ فجر کے بعد ذکراورطلوع کے بعد نفل نماز کی فضیلت....// // ۱۱

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

روزہ کے مباحات، مکروہات ومفسدات..........................مفتی محمد رضوان ۲۰

رمضان اورزکاۃ..// // ۲۷

فرعونِ مصر سے فراعنۂ عصر تک (اِس دور کے چارہ گر کہاں ہیں؟ قسط۲۰)..............مفتی محمد امجد حسین ۲۹

قماراور جوئے پر مشتمل کاروبار (قسط۱)..........................مفتی منظور احمد ۳۶

تداعی کے ساتھ جماعتی ذکر (چند شبہات کا ازالہ) (قسط۸)..........// // ۳۹

ماہِ رجب: پانچویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات........مولانا طارق محمود ۴۷

رشتہ داروں کی زیارت وملاقات کے ذریعہ سے صلہ رحمی...........مفتی محمد رضوان ۴۹

علم کے مینار............سرگذشت عہدِ گُل (چھیالیسویں وآخری قسط)......مفتی محمد امجد حسین ۵۶

تذکرۂ اولیاء:......... عقلِ حیوانی اورعقلِ ایمانی (تذکرہ مولانا رومی کا: قسط۱۲).....// // ۶۱

پیارے بچو! ....بہادر نوجوان ....مولانا محمد ناصر ۶۸

بزمِ خواتین .... معاف کرتے رہنا (قسط۲).............مفتی ابوشعیب ۷۱

آپ کے دینی مسائل کا حل......روزہ داروں کی خطرناک غلطی.............. ۷۵

کیاآپ جانتے ہیں؟.......... اچھے اور بُرے خواب (قسط۱) ......مفتی محمد رضوان ۷۹

عبرت کدہ .... حضرت یوسف علیہ السلام (قسط۱۳)...............ابوجویریہ ۸۶

طب وصحت........ کھجور کے فوائد وخواص (پانچویں وآخری قسط)......مفتی محمد رضوان ۸۹

اخبارِ ادارہ ....ادارہ کے شب وروز...................مولانا محمد امجد حسین ۹۱

اخبارِ عالم .... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں..............حافظ غلام بلال ۹۲

Idara Ghufran

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

مفتی محمد رضوان

رمضان کا احترام یہ بھی ہے!!!

رمضانُ المبارک کا بابرکت اور مبارک مہینہ شروع ہونے والا ہے، جس کی کسی نہ کسی درجہ میں اہمیت سے تقریباً ہر مسلمان، بلکہ مسلمان کا بچہ بچہ واقف ہے، اور اپنی طرف سے ہر مسلمان اس مہینہ کی تعظیم واحترام کرنے کی اپنی اپنی حیثیت وتوفیق کے مطابق کوشش بھی کرتا ہے۔

لیکن رمضان کے احترام وتعظیم کا ایک پہلو ایسا ہے کہ جس کی طرف سے عموماً مسلمان غفلت کا شکار اور غفلت میں مبتلا نظر آتے ہیں، اور وہ زیادہ سے زیادہ پیسہ کمانے اور کسی نہ کسی طرح مال بڑھانے اور جمع کرنے کی کوشش وجستجو ہے۔

عموماً ہر سال رمضان المبارک کی آمد سے پہلے اکثر اشیائے صَرف وخرچ اور بطور خاص روز مرہ کھانے پینے اور استعمال کی اشیاء کی قیمتوں میں غیر معمولی اضافہ ہوجاتا ہے۔

ابھی رمضان المبارک کا آغاز ہوتا نہیں، اور جونہی کسی کے کان میں یہ آواز پڑتی ہے، یا کسی طرح اس کا احساس ہوتا ہے کہ رمضان المبارک کی آمد قریب ہے، تو فوراً پیسہ کی فکر لاحق ہوجاتی ہے، اوپر سے لے کر نیچے تک ہر شعبہ وپیشہ سے تعلق رکھنے والے کو گویا کہ ہائے پیسہ ہائے پیسہ کا دورہ پڑنا شروع ہوجاتا ہے۔

ذخیرہ اندوز حرکت میں آجاتے ہیں، اور اشیائے ضروریہ کی ترسیل روک دیتے ہیں، ہر شخص اپنی حسبِ قدرت کوشش کرتا ہے کہ کسی طرح سے دوسرے دنوں میں جو چار پیسے کمائے تھے، اب چار پیسوں کے بجائے آٹھ پیسے کمانا چاہئیں۔

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر چیز کی قیمت میں اضافہ دیکھنے میں آتا ہے۔

اور ہر شخص اپنی مصروفیات کو پیسہ زیادہ سے زیادہ کمانے کے لئے بڑھا لیتا ہے۔

حالانکہ رمضان المبارک کا مہینہ آخرت کی کمائی کرنے کا مہینہ ہے، اس کو چھوڑ کر بلیک مارکیٹنگ، ذخیرہ اندوزی، ناجائز منافع خوری اور دیگر مختلف قسم کے جائز وناجائز طریقوں سے دنیا کمانے کی فکر میں پڑجانا رمضان کے احترام وتعظیم کی خلاف ورزی ہے۔

پھر جب اشیائے صرف وخرچ کی قیمتوں میں غیر معمولی اضافہ ہوتا ہے، تو یقیناً اس سے روزہ داروں کو سحری وافطاری کے لئے کھانے پینے کی اشیاء کی خریداری میں دشواری پیش آتی ہے۔

جبکہ روزہ دار کو سحری اور بطور خاص روزہ افطار کرانے کا انتظام کرنے کی عظیم الشان فضیلت ہے، جس کا تقاضا یہ تھا کہ ہر شخص اپنی حسبِ حیثیت روزہ داروں کے لئے سحری وافطاری کے انتظام میں سہولت وآسانی پیدا کرنے کی کوشش کرتا، مگر ہمارے ہاں گنگا الٹی ہی بہتی ہے، اور اسی ہائے پیسہ، ہائے پیسہ کے روحانی کینسر میں مبتلا ہونے اور اس کی خاطر، جھوٹ بولنے، کم ناپنے کم تولنے، جعل سازی، فریب کاری اور رشوت ستانی جیسے گناہوں کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت کا سایہ اُٹھ جاتا ہے، اور رحمت کے بجائے زحمت مقدر بن جاتی ہے، کبھی عین رمضان المبارک کے مہینہ میں دردناک زلزلے آتے ہیں، تو کبھی خطرناک سیلاب اور طوفان۔

افسوس ہے کہ مسلمان ان تنبیہاتی کوڑوں اور تازیانوں سے عبرت حاصل نہیں کرتے، اور وہ اپنی اصلاح کا سامان نہیں کرتے، بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ غفلت و بے حسی میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

رمضان المبارک مسلمانوں کا مقدس مہینہ ہے، دیگر مذاہب میں مقدس زمانوں کے مواقع پر بلکہ کچھ پہلے ہی اشیائے صرف وخرچ کی قیمتوں میں مذہبی جذبات کی خاطر کمی کردی جاتی ہے، خواہ نصاریٰ کے کرسمس کا موقع ہو یا ہندوؤں کی ہولی یا دیوالی کا موقع۔

مگر مسلمانوں کی حالت باوجود سچے دین کے حامل ہونے کے اس سلسلہ میں انتہائی ابتر ہے۔

اگر خود سے اپنی مذہبی تعلیمات کی طرف توجہ نہیں تو دوسرے مذاہب والوں کی شرم سے ہی عبرت پکڑ لینی چاہئے، اور اگر ایسا بھی نہیں تو پھر اس حالت کو بے حسی کے علاوہ کس چیز سے تعبیر کیا جاسکتا ہے؟

اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ رمضان المبارک کے بابرکت اور مقدس و معظم موقع پر ہر شخص دوسرے کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرے، اور بطور خاص اشیائے صرف وخرچ کے مہیا کرنے میں سہولت پیدا کرے، غیر اخلاقی و غیر شرعی حربوں سے دنیا کمانے کی فکر میں پڑنے کے بجائے آخرت کی زیادہ سے زیادہ کمائی کا اہتمام کرے، کیونکہ رمضان کا احترام یہ بھی ہے؟

اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

(سورہ بقرہ قسط۸۲، آیت ۱۵۴تا ۱۵۷) مفتی محمد رضوان

اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش اور اس پر صبر کا حکم

وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ بِشَیۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ وَالۡجُوۡعِ وَنَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَنۡفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیۡنَ(۱۵۵) الَّذِیۡنَ اِذَآ اَصَابَتۡهُمۡ مُّصِیۡبَةٌ قَالُوۡٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّـآ اِلَیۡهِ رٰجِعُوۡنَ(۱۵۶) اُولٰٓئِكَ عَلَیۡهِمۡ صَلَوٰتٌ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ وَرَحۡمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُهۡتَدُوۡنَ(۱۵۷)

ترجمہ: اور ہم ضرور بالضرور تمہیں آزمائیں گے کچھ خوف اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں میں کمی کے ذریعہ سے، اور آپ صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجئے (۱۵۵) یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے، تو کہتے ہیں کہ بے شک ہم اللہ کے لئے ہیں، اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں (۱۵۶) یہی لوگ ہیں کہ جن پر ان کے رب کی طرف سے عنایتیں ہیں اور رحمت اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں (۱۵۷)

تفسیر وتشریح

مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے بندوں کی آزمائش کا ذکر فرما کر صبر کرنے والوں کی فضیلت اور صبر کا عمدہ ترین طریقہ بیان فرمایا ہے۔ اور اس آزمائش کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے تاکید کے ساتھ بیان فرمایا کہ ہم ضرور بالضرور تمہیں آزمائیں گے۔ [1]

اور آزمائش سے مراد یہ ہے کہ آزمائش والا معاملہ کریں گے، تاکہ صبر اور بے صبری اختیار کرنے والے لوگ ایک دوسرے سے ممتاز ہو جائیں، اور اپنے اپنے اعمال کی جزا وسزا پائیں (ورنہ اللہ تعالیٰ کو پہلے سے ہر ایک کے بارے میں علم ہے)

اور ان چیزوں کے ذریعہ سے آزمائش کے بارے میں ''بشیئ'' کا اضافہ کیا گیا، جس کا مطلب یہ ہے کہ اِن چیزوں کے ذریعہ سے کچھ آزمائش ہوگی، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی زیادہ آزمائش کا انسان میں تحمل اور

---

[1] ولنبلونکم میں تین تاکیدیں ہیں، ایک قسم، دوسری لام، اور تیسری نون۔

Idara Ghufran

برداشت نہیں۔

جن چیزوں کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیات میں آزمائش کا ذکر فرمایا، ان میں خوف، بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں میں کمی شامل ہیں۔

خوف عام ہے، جس میں دشمنوں کی طرف سے خوف بھی داخل ہے، اور اس کے علاوہ قدرتی آفات سے خوف بھی داخل ہے، اور اللہ تعالیٰ کا خوف بھی۔

اور بھوک دراصل پیٹ بھرنے کے مفہوم کی ضد ہے، جس میں رزق کی کمی اور فقروفاقہ سب داخل ہیں، خواہ ایسی حالت رزق اور مال کی کمی کی وجہ سے پیدا ہو، یا قحط وغیرہ کی وجہ سے، یا کسی بیماری کی وجہ سے کھانے سے محروم ہوجانے کی شکل میں ہو، یا اللہ تعالیٰ کے حکم سے روزہ کی صورت میں بھوک برداشت کرنے کی شکل میں۔

اور مالوں کی کمی کا مفہوم بھی عام ہے، جس میں مال مویشی کی کمی بھی داخل ہے، اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں زکاۃ وصدقات کی شکل میں خرچ کرنے کی وجہ سے ظاہری طور پر مال میں کمی ہوجانے کا خطرہ وخوف بھی داخل ہے۔ اور جانوں کی کمی سے مراد انسانوں کا فوت اور قتل ہوجانا ہے۔

اور پھلوں کی کمی سے مراد پھلوں کی پیداوار کا کم ہوجانا یا آندھی طوفان وغیرہ سے ضائع ہوجانا ہے، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ پھلوں سے اولاد مراد ہے، کیونکہ وہ انسان کے لئے پھل کے مثل ہوتی ہے، اور اسی وجہ سے اولاد کو پھل سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بہرحال اللہ تعالیٰ نے مذکورہ چیزوں کے ذریعہ سے انسانوں کی آزمائش وامتحان لینے کا پختہ وعدہ فرمایا ہے، اس لئے ہر مسلمان کو اس آزمائش کے لئے تیار رہنے کی ضرورت ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس آزمائش کے موقع پر صبر کرنے والے کو اپنی عنایات اور رحمت کا مستحق ہونے کی خوشخبری سنائی، جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

اور صبر کرنے والوں کے صبر کا عمدہ ومؤثر طریقہ بھی بیان فرمایا کہ جب ان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے، خواہ رزق یا مال کے کم وتلف ہونے کی شکل میں یا کسی کے فوت ہونے کی شکل میں، تو وہ یہ کہتے ہیں کہ ''اناللہ وانا الیہ راجعون'' مصیبت کے وقت اس طرح کے جملہ کو عربی میں ''استرجاع'' کہتے ہیں۔

اس مختصر سے جملے میں بندہ کی طرف سے اپنے آپ اور اپنی سب متعلقہ چیزوں کے بارے میں اللہ کا مملوک ومخلوق ہونے کا اعتراف پایا جاتا ہے، اور مالک وخالق کو اپنے مملوک ومخلوق میں ہر طرح کے

تصرف کا اختیار ہوتا ہے، جس پر بندہ کے اعتراض وشکوہ کے کوئی معنیٰ نہیں۔

اوراسی کے ساتھ اس مختصر جملہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنے اور فوت ہونے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے اور قیامت کے قائم ہونے کا استحضار بھی پایا جاتا ہے، جو کہ ہر مومن کا عقیدہ ہوتا ہے، کیونکہ بندۂ مومن کو جو بھی مصیبت پہنچتی ہے، اس پر صبر کرنے کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ اجرِ عظیم عطا فرماتے ہیں، جو اپنی کامل اور صحیح شکل میں اللہ تعالیٰ کے پاس لوٹ کر ہی حاصل ہوگا، اور وہ اجر وانعام اس چیز کے مقابلہ میں بہت عالیشان اور قیمتی ہوگا، جس چیز کی وجہ سے دنیا میں انسان مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے، اس لئے مصیبت کے وقت اس جملہ سے ایک طرف تو تسلی کا سامان حاصل ہوتا ہے، اور دوسری طرف اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی نعم البدل عطا فرماتے ہیں۔

پھر ''استرجاع'' کا ایک تو ظاہری پہلو ہے، کہ مصیبت کے وقت زبان سے ان کلمات کو ادا کیا جائے، اور ایک باطنی پہلو ہے کہ دل میں اس مضمون کی حقیقت کا استحضار کیا جائے۔

اوراسی وجہ سے مصیبت کے وقت دل سے استرجاع کا استحضار کرنا تو مومن پر فرض ہے، اور زبان سے اس کے کلمات ادا کرنا اگرچہ فرض نہ ہو، مگر عظیم فضائل وفوائد کا باعث ہے۔

پھر آخر میں اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں کے اجرِ عظیم کا ذکر فرمایا کہ یہی صبر کرنے والے لوگ رب تعالیٰ کی عنایتوں اور رحمت کے مستحق ہیں، اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی عنایتوں اور رحمت کا مفہوم عام ہے، جس میں مختلف قسم کی دنیاوی اور اخروی انعامات داخل ہیں، جن کی حقیقت کا پوری طرح بندے ادراک نہیں کرسکتے، اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے دوسرے موقع پر فرمایا کہ:

اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ (سورۃ الزمر، آیت ۱۰)

ترجمہ: بس صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بغیر حساب کے بھرپور دیا جائے گا (ترجمہ ختم)

اس سے صبر کرنے والوں کی عظیم الشان فضیلت معلوم ہوئی۔

احادیث میں بھی مصیبت پر صبر کرنے کے عظیم الشان فضائل وفوائد آئے ہیں۔

چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ مُصِیْبَۃٍ تُصِیْبُ الْمُسْلِمَ اِلَّا کَفَّرَ

اللّٰہُ بِهَا عَنْهُ، حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا (بخاری، رقم الحدیث ۵۶۴۰، واللفظ لہٗ، مسلم،رقم الحدیث ۲۵۷۲)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلم بندہ کو جو بھی کوئی مصیبت پہنچتی ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے اس (کی خطاؤں) کا کفارہ فرمادیتے ہیں، یہاں تک کہ جو کانٹا اس کو چبھتا ہے،اس کے ذریعہ سے بھی (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ مصیبت خواہ چھوٹی سی چھوٹی یعنی کانٹا چبھنے کے مثل ہی کیوں نہ ہو، وہ بھی مومن کے گناہوں کی معافی کا ذریعہ ہے۔

اورحضرت اِم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ:مَا مِنْ مُسْلِمٍ تُصِيْبُهُ مُصِيْبَةٌ، فَيَقُوْلُ مَا أَمَرَهُ اللّٰهُ(إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ) اَللّٰهُمَّ أْجُرْنِىْ فِىْ مُصِيْبَتِىْ، وَأَخْلِفْ لِىْ خَيْرًا مِّنْهَا، إِلَّا أَخْلَفَ اللّٰهُ لَهٗ خَيْرًا مِّنْهَا (مسلم، رقم الحدیث ۹۱۸،کتاب الکسوف، باب مایقال عندالمصیبة ،دار إحیاء التراث العربی -بیروت)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا کہ جس مسلمان کو بھی کوئی مصیبت پہنچتی ہے، پھر وہ یہ دعا پڑھتا ہے:

''إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰهُمَّ أْجُرْنِىْ فِىْ مُصِيْبَتِىْ وَأَخْلِفْ لِىْ خَيْرًا مِّنْهَا''

یعنی''بے شک ہم اللہ کے لئے ہیں،اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں، یااللہ! میری مصیبت میں مجھے اجر عطا فرمایئے،اور میرے لئے اس سے بہتر متبادل عطا فرمایئے''

تو اللہ تعالیٰ اس کو بہترین اجر عطا فرماتے ہیں،اور اس کے لئے اس سے بہتر بدل پیدا فرماتے ہیں (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ مصیبت کے وقت صبر واسترجاع کرنے (یعنی انا للہ پڑھنے) سے اللہ تعالیٰ اس کا عمدہ اجر وثواب بھی عطا فرماتے ہیں،اور اس کا نعم البدل وخیرُ البدل بھی پیدا فرمادیتے ہیں۔

اورحضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:إِذَا مَاتَ وَلَدُ الْعَبْدِ قَالَ اللّٰهُ

لِـمَلائِـكَتِـهٖ: قَبَـضْـتُـمْ وَلَـدَ عَبْـدِیْ، فَيَقُوْلُوْنَ: نَعَمْ، فَيَقُوْلُ: قَبَضْتُمْ ثَمَرَةَ فُؤَادِهٖ، فَيَقُوْلُوْنَ: نَعَمْ، فَيَقُوْلُ: مَاذَا قَالَ عَبْدِیْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: حَمِدَكَ وَاسْتَرْجَعَ، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ: اُبْـنُـوْا لِعَبْدِیْ بَيْتًا فِی الْجَنَّةِ، وَسَمُّوْهُ بَيْتَ الْحَمْدِ (ترمذی، رقم الحديث ۱۰۲۱ ،وقال الترمذی :"هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندۂ مومن کی اولاد فوت ہوجاتی ہے، تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ تم نے میرے بندے کی اولاد کی روح قبض کرلی؟ تو فرشتے کہتے ہیں کہ بے شک، پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم نے اس کے دل کے پھل کو قبض کرلیا؟ تو وہ کہتے ہیں کہ بے شک، پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے کیا کہا؟ تو فرشتے کہتے ہیں کہ آپ کی حمد بیان کی، اور استرجاع کیا (یعنی انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا) پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے کے لئے جنت میں ایک گھر بنادو، اور اس کا نام ”بیت الحمد“ رکھ دو (ترجمہ ختم)

اس سے اولاد کے فوت ہونے پر صبر کرنے اور استرجاع (یعنی انا للہ) کرنے کی فضیلت معلوم ہوئی۔

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

مَـرَّ الـنَّبِـیُّ صَـلَّـی الـلّٰـهُ عَـلَيْـهِ وَسَـلَّـمَ بِامْرَأَةٍ تَبْكِیْ عِنْدَ قَبْرٍ، فَقَالَ: اِتَّقِی اللّٰهَ وَاصْبِـرِیْ قَـالَـتْ: إِلَيْکَ عَنِّیْ، فَإِنَّکَ لَمْ تُصَبْ بِمُصِيْبَتِیْ، وَلَمْ تَعْرِفْهُ، فَقِيْلَ لَهَـا: إِنَّـهُ الـنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَتَتْ بَابَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَـلَـمْ تَـجِدْ عِنْدَهٗ بَوَّابِيْنَ، فَقَالَتْ: لَمْ أَعْرِفْکَ، فَقَالَ: إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُوْلٰی (بخاری، رقم الحديث ۱۲۹۳ ،واللفظ لهٗ، مسلم رقم الحديث ۹۲۶، سنن ابی داوٗد، رقم الحديث ۳۱۲۴)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت کے قریب سے گزرے، جو قبر کے پاس رورہی تھی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور صبر کرو، اس عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پہچانا، اور کہا کہ آپ کو مجھ سے کیا مطلب؟ آپ کو میری طرح کی مصیبت نہیں پہنچی (اس لئے آپ مجھے صبر کا کہہ رہے ہیں) پھر اس عورت کو بتایا گیا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

تھے، یہ سن کر وہ عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر حاضر ہوئی، جہاں دربان نہیں تھے، پھر اس عورت نے کہا میں نے آپ کو نہیں پہچانا تھا (اس لئے ایسا جملہ کہہ دیا تھا) اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بس صبر تو ابتدائی صدمہ کے وقت ہوتا ہے (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ جب کوئی مصیبت وصدمہ پہنچے، اس وقت ہی صبر کا حکم، اور اس پر عظیم الشان اجر وثواب کا وعدہ ہے، اور مصیبت وصدمہ کے وقت بے صبری کر کے بعد میں صبر اختیار کرنا نہ تو حقیقی صبر میں داخل ہے، اور نہ ہی اس پر صبر کا عظیم الشان اجر وثواب مرتب ہوتا ہے۔

صبر کے عظیم الشان فضائل وفوائد تو اپنی جگہ ہیں ہی، اس کے علاوہ صبر کی خاصیت یہ ہے کہ اس کی برکت سے دنیاوی زندگی بھی سکون والی بن جاتی ہے۔

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

وَجَدْنَا خَيْرَ عَيْشِنَا بِالصَّبْرِ (بخاری،باب الصبر عن محارم الله، الزهد لاحمد بن حنبل، رقم الحديث ۲ ۱ ۶،وقال ابن حجر: بسند صحيح "فتح البارى لابن على بن حجر،باب الصبر عن محارم الله)

ترجمہ: ہم نے بہترین عیش صبر کے ذریعہ سے پایا (ترجمہ ختم)

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بے صبری، انتہائی بے چینی کا باعث ہے، اور واقعہ یہ ہے کہ جتنی تکلیف انسان کو مصیبت پر نہیں ہوتی، اس سے زیادہ بے صبری پر ہوتی ہے، اور جتنی راحت صبر سے حاصل ہوتی ہے، اتنی تکلیف مصیبت سے نہیں ہوتی، لہٰذا صبر بہر حال راحت وسکون اور خوشگوار زندگی کا باعث ہوا۔

درسِ حدیث

مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

نمازِ فجر کے بعد ذکر اور طلوع کے بعد نفل نماز کی فضیلت

صبح کو فجر کی نماز کے بعد سورج طلوع ہونے تک اور شام کو عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے تک اور بعض روایات کے مطابق فجر کے بعد اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہنے کی عظیم فضیلت ہے۔

چنانچہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَأَنْ أَقْعُدَ أَذْكُرُ اللّٰهَ وَأُكَبِّرُهُ وَأَحْمَدُهُ وَأُسَبِّحُهُ وَأُهَلِّلُهُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُعْتِقَ رَقَبَتَيْنِ، أَوْ أَكْثَرَ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ، وَمِنْ بَعْدِ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُعْتِقَ أَرْبَعَ رِقَابٍ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۲۱۹۴) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں (فجر کی نماز کے بعد) بیٹھ کر اللہ کا ذکر کروں، اور اللہ کی بڑائی، اور حمد اور تسبیح اور تہلیل پڑھوں، یہاں تک کہ سورج طلوع ہوجائے، یہ مجھے زیادہ محبوب ہے، اس بات سے کہ میں دو یا زیادہ غلام حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے آزاد کروں (جن کو آزاد کرنے کا اجر زیادہ ہے) اور عصر کے بعد سے لے کر سورج غروب ہونے تک بھی اسی طرح ذکرُ اللہ میں مشغول رہنا مجھے زیادہ محبوب ہے، اس کے مقابلہ میں کہ میں حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے چار غلام آزاد کروں (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ صَلّٰى صَلَاةَ الصُّبْحِ، ثُمَّ قَعَدَ

---

[1] فی حاشية مسند احمد: حسن لغيره.

قال المنذری: رواه أحمد بإسناد حسن (الترغيب والترهيب، ج ۱ ص ۱۷۸)

وقال الهيثمی: رواه كله أحمد والطبرانی بنحو الرواية الثانية وأسانيده حسنة (مجمع الزوائد، ج ۱۰ ص ۱۰۴)

يَـذْكُـرُ الـلّٰـهَ عَزَّ وَجَلَّ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، كَانَ لَهٗ كَمَنْ أَعْتَقَ أَرْبَعَةً مِّنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيْلَ(شرح مشكل الآثار للطحاوى، رقم الحديث ۳۹۰۹)

ترجمہ: رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ جس نے صبح کی نماز پڑھی، پھر سورج کے طلوع ہونے تک اللہ عزوجل کا بیٹھ کر ذکر کیا، تو اس کے لئے ایسا اجر ہے، جیسا کہ اس نے حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے چار غلام آزاد کئے (ترجمہ ختم)

اس حدیث سے فجر کی نماز کے بعد اللہ کے ذکر میں مشغول رہنے کی فضیلت معلوم ہوئی، اور اللہ کا ذکر خواہ تسبیح وتہلیل کی شکل میں ہو، یا تلاوت کی شکل میں، یا علم میں مشغولی کی شکل میں، سب ذکر میں داخل ہے، جس کی تفصیل آگے آتی ہے، البتہ بعض اذکار کی خصوصیت کے ساتھ فضیلت آئی ہے۔

چنانچہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبیﷺ نے فرمایا کہ:

مَنْ قَالَ فِىْ دُبُرِ صَلَاةِ الْغَدَاةِ: لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ، كَانَ كَعَتَاقِ رَقَبَةٍ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيْلَ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ۳۷۹۹)

ترجمہ: جس نے فجر کی نماز کے بعد یہ کلمات پڑھے:

''لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰـهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ''

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے ملک وحکومت ہے، اسی کے لئے ہر تعریف ہے، اور اسی کے قبضۂ قدرت میں ہر خیر ہے، اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے''

تو اس کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے غلام آزاد کرنے کے برابر اجر حاصل ہوگا (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰـهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَالَ إِذَا صَلَّى الصُّبْحَ: لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ

عَشْـرَ مَـرَّاتٍ، كُنَّ كَعَدْلِ أَرْبَعِ رِقَابٍ، وَكُتِبَ لَهُ بِهِنَّ عَشْرُ حَسَنَاتٍ، وَمُحِيَ عَنْـهُ بِهِـنَّ عَشْـرُ سَيِّـئَـاتٍ، وَرُفِـعَ لَـهُ بِهِـنَّ عَشْرُ دَرَجَاتٍ، وَكُنَّ لَهُ حَرَسًا مِنَ الشَّيْـطَانِ حَتّٰى يُمْسِيَ، وَإِذَا قَالَهَا بَعْدَ الْمَغْرِبِ فَمِثْلُ ذٰلِكَ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۳۵۱۸، باسناد صحيح)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے فجر کی نماز پڑھ کر دس مرتبہ یہ کلمات پڑھے کہ: "لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ" تو اس کو چار غلام آزاد کرنے کے برابر اجر حاصل ہوگا، اور اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی، اور اس کی دس برائیاں مٹائی جائیں گی، اور اس کے دس درجات بلند کئے جائیں گے، اور یہ کلمات اس کے لئے شام ہونے تک شیطان سے حفاظت کا ذریعہ ہونگے، اور جس نے یہ کلمات مغرب کے بعد کہے، تو اس کو بھی (صبح تک) یہی فضیلت حاصل ہوگی (ترجمہ ختم)

اسی قسم کا مضمون حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [1]

اور بعض احادیث میں مذکورہ کلمات ہر دن سو مرتبہ پڑھنے کی عظیم فضیلت آئی ہے۔ [2]

ان احادیث سے فجر کی نماز کے بعد اللہ کے ذکر میں مشغول رہنے، اور مذکورہ کلمات کی فضیلت معلوم ہوئی۔

---

[1] عـن أبی هريرة ، قال :قـال رسـول الـله صلى الله عليه وسلم : من قال :لا إلـه إلا الله ، وحـده لا شـريک لـه ، لـه الملک ، وله الحمد ، وهو على کل شیء قدير ، بعدما يصلی الغداة عشـر مـرات ، کتـب الـلـه عز وجل له عشر حسنات ، ومحی عنه عشر سيئات ، ورفع له عشر درجـات ، وکن له بعدل عتق رقبتين من ولد إسماعيل ، وکن له حجابا من الشيطان حتى يمسی ، فإن قـالهـا حيـن يـمسـی کـان لـه مثل ذلک ، وکـن له حجابا من الشيطان حتى يصبح (جزء الحسن بن عرفة، رقم الحديث ۱۸ ، واللفظ لهٗ، معجم ابن المقری، رقم الحديث ۴۹۰)

قـال الالبـانـی:وهذا إسناد صحيح رجاله ثقات رجال مسلم غير قران هذا وهو ثقة.ولـه شاهد من حديث أبی أيـوب الأنصاری بلفظ ":من قال :إذا صلى الصبح " ...فـذکـره بتمامه (السلسلة الصحيحة ، تحت رقم الحديث ۱۱۳)

[2] عَـنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ " :مَنْ قَالَ :لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَحْدَهُ لاَ شَرِيكَ لَهُ، لَهُ المُلْكُ وَلَهُ الحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، فِي يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ، كَـانَـتْ لَـهُ عَدْلَ عَشْرِ رِقَابٍ، وَكُتِبَتْ لَهُ مِائَةُ حَسَنَةٍ، وَمُحِيَتْ عَنْهُ مِائَةُ سَيِّئَةٍ، وَكَانَتْ لَهُ حِرْزًا مِنَ الشَّيْـطَـانِ يَـوْمَـهُ ذَلِكَ حَتَّـى يُـمْسِـيَ، وَلَمْ يَأْتِ أَحَدٌ بِأَفْضَلَ مِمَّا جَاءَ بِهِ، إِلَّا أَحَدٌ عَمِلَ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ "(بخاری، رقم الحديث ۳۲۹۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلّٰی الْغَدَاۃَ فِیْ جَمَاعَۃٍ ثُمَّ قَعَدَ یَذْکُرُ اللّٰہَ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ، ثُمَّ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ کَانَتْ لَہٗ کَأَجْرِ حَجَّۃٍ وَعُمْرَۃٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: تَامَّۃٍ تَامَّۃٍ تَامَّۃٍ (ترمذی، رقم الحدیث ۵۸۶) [۱]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے جماعت کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی، پھر بیٹھ کر سورج طلوع ہونے تک اللہ کا ذکر کرتا رہا، پھر اس نے دو رکعتیں پڑھیں، تو اس کو ایک حج اور عمرہ کا اجر حاصل ہوگا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پورا، پورا، پورا (اجر) حاصل ہوگا (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ: مَنْ صَلّٰی صَلَاۃَ الْغَدَاۃِ فِیْ جَمَاعَۃٍ، ثُمَّ جَلَسَ یَذْکُرُ اللّٰہَ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ، ثُمَّ قَامَ فَرَکَعَ رَکْعَتَیْنِ، اِنْقَلَبَ بِأَجْرِ حَجَّۃٍ وَعُمْرَۃٍ (المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۷۷۴۱) [۲]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی، پھر بیٹھ کر سورج طلوع ہونے تک اللہ کا ذکر کیا، پھر کھڑا ہوا، اور دو رکعتیں پڑھیں، تو یہ ایک حج وعمرے کا اجر وثواب لے کر لوٹے گا (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابوامامہ اور حضرت عتبہ بن عبد السلمی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

مَنْ صَلّٰی صَلَاۃَ الصُّبْحِ فِیْ جَمَاعَۃٍ، ثُمَّ ثَبَتَ فِی الْمَسْجِدِ یُسَبِّحُ اللّٰہَ سُبْحَۃَ الضُّحٰی، کَانَ لَہٗ کَأَجْرِ حَاجٍّ وَمُعْتَمِرٍ تَامًّا لَہٗ حَجَّتُہٗ وَعُمْرَتُہٗ (المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۷۶۳۱) [۳]

---

[۱] قال الترمذی: ھَذَا حَدِیثٌ حَسَنٌ غَرِیبٌ " وَسَأَلْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِیلَ: عَنْ أَبِی ظِلَالٍ؟ فَقَالَ: ھُوَ مُقَارِبُ الحَدِیثِ، قَالَ مُحَمَّدٌ: وَاسْمُہُ ھِلَالٌ " (حکم الألبانی): حسن

[۲] قال الھیثمی: رواہ الطبرانی وإسنادہ جید (مجمع الزوائد، ج۱۰ ص۱۰۴)

[۳] قال المنذری: رواہ الطبرانی وبعض رواتہ مختلف فیہ وللحدیث شواھد کثیرۃ (الترغیب والترھیب، ج۱ ص۱۷۹، کتاب الصلاۃ)

وقال الھیثمی: رواہ الطبرانی وفیہ الاحوص بن حکیم وثقہ العجلی وغیرہ وضعفہ جماعۃ، وبقیۃ رجالہ ثقات وفی بعضھم خلاف لا یضر (مجمع الزوائد، ج۱۰ ص۱۰۵)

ترجمہ: جس نے جماعت کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی، پھر مسجد میں موجود رہ کر اللہ کی تسبیح کی، اور چاشت کی نماز پڑھی، تو اس کو پورا پورا حج وعمرہ کرنے والے کے برابر اجر وثواب حاصل ہوگا (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

مَنْ صَلَّى الصُّبْحَ، ثُمَّ جَلَسَ فِيْ مَجْلِسِهٖ حَتّٰى تُمْكِنَهُ الصَّلَاةُ، كَانَتْ بِمَنْزِلَةِ عُمْرَةٍ وَحَجَّةٍ مُتَقَبَّلَتَيْنِ (المعجم الأوسط للطبرانی رقم الحدیث ۵۶۰۲) ۱؎

ترجمہ: جس نے فجر کی نماز پڑھی، پھر اسی مجلس میں بیٹھا رہا، یہاں تک کہ اس کو نماز پڑھنا ممکن ہوگیا (یعنی سورج طلوع ہونے کے بعد مکروہ وقت گزر گیا، اور پھر اس نے نفل نماز پڑھی) تو اس کو ایک مقبول عمرہ اور حج کا ثواب حاصل ہوگا (ترجمہ ختم)

ان احادیث سے فجر کی نماز کے بعد ذکر میں مشغول رہنے اور مکروہ وقت گزرنے کے بعد دو رکعت نفل پڑھنے کی عظیم فضیلت معلوم ہوئی۔

جو شخص فجر کی نماز کے بعد اسی جگہ بیٹھ کر ذکر میں مشغول رہے، اس کو تو یہ فضیلت حاصل ہوتی ہی ہے، لیکن جو شخص اس جگہ بیٹھ کر تو ذکر نہ کرے، بلکہ اپنی جگہ بدل دے، مگر مسجد میں ہی موجود رہ کر ذکر کرے، اس کو بھی یہ فضیلت حاصل ہو جاتی ہے۔

اور ذکر کے عام مفہوم میں تسبیح وتہلیل، تلاوت وغیرہ کے علاوہ علم اور وعظ ودرس وتدریس بھی داخل ہے۔

اور اگر کوئی نماز کے بعد مسجد سے نکل کر کسی وجہ سے اپنے حجرے یا گھر میں چلا گیا، لیکن دنیا کے کام میں مشغول نہیں ہوا، بلکہ ذکر وعلم میں ہی مشغول رہا، تو اس کو بھی یہ فضیلت حاصل ہو جائے گی۔

مگر کیونکہ مسجد سے نکلنے کے بعد عامۃُ الناس دنیا کے کام میں مشغول ہو جاتے ہیں، اس لئے مسجد یا نماز والی جگہ موجود رہ کر ذکر کرنے کا احادیث میں تذکرہ کیا گیا۔ ۲؎

۱؎ قال الهيثمي:
رواه الطبراني في الاوسط وفيه الفضل بن موفق وثقه ابن حبان وضعف حديثه أبو حاتم الرازي، وبقية رجاله ثقات(مجمع الزوائد، ج۰ ۱ ص۱۰۵)

۲؎ (وعنه) ، أي :عن أنس (قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :من صلى الفجر في جماعة، ثم قعد يذكر الله) ، أي :استمر في مكانه ومسجده الذي صلى فيه، فلا ينافيه القيام لطواف أو لطلب علم أو

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

اورسورج طلوع ہونے کے بعدمکروہ وقت گزرکرجس نماز کامذکورہ احادیث میں ذکرکیا گیا، وہ اشراق کی نماز ہے،اسی کواکثرحضرات نے چاشت کی نماز کانام دیاہے،جس کی کم ازکم دورکعتیں ہیں۔

اوراس کاوقت سورج طلوع ہوکرمکروہ وقت گزرنے کے بعدسے لےکرزوال سے کچھ پہلے تک ہے۔

اوربعض حضرات نے فرمایا کہ سورج طلوع ہونے کے بعدمکروہ وقت گزرکرجونفل نماز پڑھی جاتی ہے، وہ اشراق کی نماز کہلاتی ہے،اورجونفل نماز کچھ تاخیر سے پڑھی جاتی ہے، وہ چاشت کی نماز کہلاتی ہے۔

وہ الگ بات ہے کہ فجرکی نماز کے بعدذکرمیں مشغول رہ کرسورج طلوع ہونے کے بعدمکروہ وقت گزرکر اشراق کی نماز پڑھنے کی فضیلت زیادہ ہے،بنسبت اس کے کہ دنیاکے کام میں مشغول ہوکراشراق کی نماز پڑھی جائے۔ ؎۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

مـجـلـس وعظ فی المسجد، بل وكذا لو رجع إلى بيته واستمر على الذكر، (وحتى تطلع الشمس، ثم صلى ركعتين ") : قال الطيبى :أى ثـم صـلـى بـعـد أن ترتفع الشمس قدر رمح حتى يخرج وقت الكراهة، وهذه الصلاة تسمى صلاة الإشراق وهى أول الضحى ")كانت " ، أى :المثوبة، وأبعد ابن حجر فقال :أى هذه الـحـالة المركبة من تلك الأوصاف كلها ")لـه كأجر حجة وعمرة "قال) : أى :أنس (قـال رسول الله صـلى الله عليه وسلم " :تامة تامة تامة) : صـفة لحجة وعمرة كررها ثلاثا للتأكيد، وقيل :أعاد القول لئلا يتـوهـم أن التأكيد بالتمام وتكراره من قول أنس، قال الطيبى :هـذا التشبيـه من باب إلحاق الناقص بالكامل تـرغيبـا، أو شبه استيفاء أجر المصلى تاما بالنسبة إليه باستيفاء أجر الحاج تاما بالنسبة إليه، وأما وصف الحج والـعـمرة بالتمام إشارة إلى المبالغة، (رواه الترمذى) : وقال :حسـن غريب، ورواه الطبرانى من حديث أبى أمامة بإسناد جيد، ذكره ميرك(مرقاة المفاتيح، ج۲ص ۷۷۰، باب الذكر بعد الصلاة)

قوله" :فى جماعة "ظـاهره ولو مع أهل بيته قوله" :ثـم قعد يذكر الله تعالى "أفـاد العلامة القارى فى شرح الـحـصـن الحصين أن القعود ليس بشرط وإنما المدار على الاشتغال بالذكر هذا الوقت(حاشية الطحطاوى على المراقى، ص ۱۸۱، كتاب الصلاة)

؎۱ قال الطيبى :الـمـراد وقـت الـضـحـى، وهو صدر النهار حين ترتفع الشمس وتلقى شعاعها اهـ .قيل: التـقـديـر صـلاة وقت الضحى، والظاهر أن إضافة الصلاة إلى الضحى بمعنى "فى "كـصلاة الليل وصلاة الـنهـار، فـلا حاجة إلى القول بحذف المضاف، وقيل :مـن بـاب إضـافة المسبب إلى السبب كصلاة الظهر، وقال ميرک :الضحوة بفتح المعجمة وسكون المهملة ارتفاع النهار، والضحى بالضم والقصر شروقه، وبه سـمـى صـلاة الضحى، والضحاء بالفتح والمد هو إذا علت الشمس إلى زيغ الشمس فما بعده، وقيل :وقت الـضحى عند مضى ربع اليوم إلى قبيل الزوال، وقيل :هـذا وقتـه المتعارف، وأما وقته فوقت صلاة الإشراق، وقيل :الإشراق أول الضحى(مرقاة المفاتيح، ج۳ص۹۷۷،باب صلاة الضحى)

ثـم إن الـصـالـحيـن فـرقـوا بيـن صـلاة الإشـراق والضحى، وهما واحد عند الفقهاء ، وإنما الفرق بالتعجيل والتأخير(فيض البارى للكشميرى، باب مسجد قباء) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

تاہم اگر کوئی شخص اشراق کی نماز کی دو یا زیادہ رکعت پڑھ کر اس کے بعد ساتھ ہی چاشت کی نیت سے بھی کچھ رکعت پڑھ لے، تو اس کو دونوں نمازوں کی فضیلت حاصل ہو جائے گی۔ [۱]

صبح کا وقت بابرکت وقت ہے، اس لئے اس وقت کے ذکر کو انتہائی قبولیت عطا کی گئی ہے، رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کے لئے صبح کے وقت میں برکت کی دعا فرمائی ہے۔ [۲]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال الفقهاء والمحدثون :إن صلاة الضحى وصلاة الإشراق واحدة إن صلى بمجرد ذهاب الوقت المكروه بعد الطلوع فصلاة إشراق ولو تأخر عنه بزمان فصلاة الضحى والعدد من اثنتين إلى ثنتى عشر ركعة والأفضل الأربع، وأما السيوطى وعلى المتقى فإلى أن صلاة الضحى غير صلاة الإشراق ويفيدهما بما روى على :أن النبى -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -صلى الإشراق حين كانت الشمس من هاهنا مقدار ما يكون هاهنا وقت العصر، وصلى الضحى حين كانت الشمس من هاهنا مقدار ما يكون هاهنا فى آخر وقت الظهر وإسناده تبلغ مرتبة الحسن، وقال ابن تيمية :إنه عليه الصلاة والسلام ما صلى الضحى إلا عند قفوله من السفر أو عند فوت صلاة الليل من عذر، وأما الأحاديث القولية فصحيحة وأما الأحاديث الفعلية ففعله عليه الصلاة والسلام نادر(العرف الشذى للكشميرى، ج ا ص ۴۴۲، ۴۴۳، باب ماجاء فى صلاة الضحىٰ)

قوله " :ثم صلى ركعتين "ويقال لهما ركعتا الإشراق وهما غير سنة الضحى(حاشية الطحطاوى على المراقى، ص ۱۸۱، كتاب الصلاة)

صلاة الإشراق -:بتتبع ظاهر أقوال الفقهاء والمحدثين .

يتبين :أن صلاة الضحى وصلاة الإشراق واحدة إذ كلهم ذكروا وقتها من بعد الطلوع إلى الزوال ولم يفصلوا بينهما .وقيل :إن صلاة الإشراق غير صلاة الضحى، وعليه فوقت صلاة الإشراق بعد طلوع الشمس، عند زوال وقت الكراهة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷ ص ۲۲۱، ۲۲۲، مادة صلاة الاشراق)

[۱] قد يقال :هل هناك فرق بين صلاة الإشراق وصلاة الضحى؟

و الجواب: بعض أهل العلم يقول :إن هناك فرقاً، فالذى من عادته أنه يصلى الضحى فإنه يصليها بين ارتفاع الشمس إلى الزوال، وبعض أهل العلم يقول :إن الذى يجلس فى مصلاه إلى أن ترتفع الشمس ثم يصلى، فصلاته هذه تصلح لأن تكون صلاة إشراق تابعة للجلوس الذى قبلها، وتصلح لأن تكون هى صلاة الضحى؛ لأنها واقعة فى وقت صلاة الضحى، ولهذا أورد أبو داود رحمه الله حديث جابر بن سمرة فى باب صلاة الضحى؛ لأن فيه أنه يجلس إلى أن ترتفع الشمس ثم يقوم، أى :يقوم للصلاة فيصلى.

ومن قعد بعد الفجر يذكر الله حتى تطلع الشمس فنوى أن تكون صلاته صلاة الإشراق وصلاة الضحى فهل يصلح ذلك؟و الجواب: نعم؛ لأن الصلوات -كما هو معلوم -تتداخل، والعمل الواحد قد يقصد به شيئان، مثل تحية المسجد والسنة الراتبة، فإنه يدخل بعضها فى بعض، وكذلك ركعتى الطواف، فالإنسان إذا طاف وصلى ركعتين فهما ركعتا الطواف وتحية المسجد(شرح سنن ابى داوٗد للعباد، باب ماجاء فى صلاة الضحىٰ،الفرق بين صلاة الإشراق وصلاة الضحى)

[۲] عن ابن عمر أن النبى صلى الله عليه وسلم قال اللهم بارك لأمتى فى بكورها .(سنن ابن ماجة، رقم الحديث ۲۲۳۸)

اورحدیث میں اس وقت کے سفرکوبھی بابرکت قراردیا گیاہے۔ [۱]

صبح کوفجر کی نماز کے بعدکاوقت اوراسی طرح شام کوعصر کی نماز کے بعدکاوقت ذکر کاوقت ہے،اورسوناذکر کی ضد ہے،اس لئے فجراورعصر کی نماز کے بعدسونااگرچہ گناہ نہ ہو،لیکن شریعت کی نظر میں پسندیدہ نہیں۔ [۲]

---

[۱] عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :إِنَّ الدِّينَ يُسْرٌ، وَلَنْ يُشَادَّ الدِّينَ أَحَدٌ إِلَّا غَلَبَهُ، فَسَدِّدُوا وَقَارِبُوا، وَأَبْشِرُوا، وَاسْتَعِينُوا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَىْءٍ مِنَ الدُّلْجَةِ(بخارى، حديث نمبر ۳۹، كتاب الايمان ، باب الدين يسر)

قوله واستعينوا بالغدوة أى استعينوا على مداومة العبادة بإيقاعها فى الأوقات المنشطة والغدوة بالفتح سير أول النهار وقال الجوهرى ما بين صلاة الغداة وطلوع الشمس والروحة بالفتح السير بعد الزوال والدلجة بضم أوله وفتحه وإسكان اللام سير آخر الليل وقيل سير الليل كله ولهذا عبر فيه بالتبعيض ولأن عمل الليل أشق من عمل النهار وهذه الأوقات أطيب أوقات المسافر وكأنه صلى الله عليه وسلم خاطب مسافرا إلى مقصد فنبهه على أوقات نشاطه لأن المسافر إذا سافر الليل والنهار جميعا عجز وانقطع وإذا تحرى السير فى هذه الأوقات المنشطة أمكنته المداومة من غير مشقة وحسن هذه الاستعارة أن الدنيا فى الحقيقة دار نقلة إلى الآخرة وأن هذه الأوقات بخصوصها أروح ما يكون فيها البدن للعبادة(فتح البارى لابنِ حجر، ج ا ص ۹۵ ا ، كتاب الايمان ، باب الدين يسر)

[۲] عن عمرو بن نافع، عن عبد الله بن عَمرو؛ أنه مَرَّ على رجُلٍ بعد صلاة الصُّبح وهو نائمٌ، فحَرَّكَهُ برجله حتى استيقَظَ، فقال له :أما عَلمتَ أن الله يَطَّلعُ هذه الساعةَ إلى خَلْقه فيُدْخِلُ ثُلُثَهُ منهم الجَنَّةَ برَحْمَتِه (المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ۱۴۱۶۹)

عَنْ ثَابِتِ بْنِ عُبَيْدٍ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِى لَيْلَى ، قَالَ :مَرَّ بِى عَمْرُو بْنُ بُلَيْلٍ وَأَنَا مُتَصَبِّحٌ فِى النَّخْلِ فَحَرَّكَنِى بِرِجْلِهِ فَقَالَ :أَتَرْقُدُ فِى السَّاعَةِ الَّتِى يَنْتَشِرُ فِيهَا عِبَادُ اللهِ(مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ۲۵۹۵۰، كتاب الادب، باب ما قالوا فى التصبح نومة الضحى وما جاء فيها)

عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، قَالَ :كَانَ الزُّبَيْرُ يَنْهَى بَنِيهِ عَنِ التَّصَبُّحِ ، قَالَ :وَقَالَ عُرْوَةُ :إِنِّى لَأَسْمَعُ بِالرَّجُلِ يَتَصَبَّحُ فَأَزْهَدُ فِيهِ(ايضاً رقم الحديث ۲۵۹۵۱)

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ فَرُّوخَ ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ ، أَنَّهُ مَرَّ بِابْنٍ لَهُ قد تَصَبَّحَ ، فَذَكَرَ أَنَّهُ قَفده ,وَنَهَاهُ عَنْ ذَلِكَ(ايضاً رقم الحديث ۲۵۹۵۲)

عَنِ الأَعْمَشِ ، عَنْ أَبِى سُفْيَانَ ، قَالَ :الْتَقَى ابْنُ الزُّبَيْرِ وَعُبَيْدُ بْنُ عُمَيْرٍ فَتَذَاكَرَا شَيْئًا فَقَالَ لَهُ الآخَرُ :أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الأَرْضَ تَعِجُّ إِلَى رَبِّهَا مِنْ نَوْمَةِ عُلَمَائِهَا(ايضاً رقم الحديث ۲۵۹۵۳)

عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، قَالَ :قَالَ الزُّبَيْرُ :إِنِّى لأَزْهَدُ فِى الرَّجُلِ يَتَصَبَّحُ(ايضاً رقم الحديث ۲۵۹۵۴)

حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيسَى ، عَنْ خَالِدِ بْنِ أَبِى بَكْرٍ ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ ، قَالَ :كَانَ سَالِمٌ لاَ يَتَصَبَّحُ ، وَكَانَ يَقِيلُ(ايضاً رقم الحديث ۲۵۹۵۵)

عَنْ خَالِدِ بْنِ أَبِى بَكْرٍ ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ مِثْلَهُ (ايضاً رقم الحديث ۲۵۹۵۶)

عَنِ الأَوْزَاعِىِّ ، عَنْ مَكْحُولٍ مِثْلَهُ(ايضاً رقم الحديث ۲۵۹۵۷)

البتہ ضرورت کی صورت میں کوئی حرج بھی نہیں۔ ۱؎

وہ الگ بات ہے کہ طبی اعتبار سے فجر اور عصر کے بعد کی نیند عام حالات میں مفید نہیں، بلکہ نقصان دہ ہے۔ ۲؎

۱؎ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ ، عَنِ الْقَاسِمِ ، عَنْ عَائِشَةَ ، أَنَّهَا كَانَتْ تَصَبَّحُ(مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحدیث۲۵۹۵۸، کتاب الادب، باب من رخص فی التصبح)

عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الشَّمَّاسِ ، قَالَ :أَتَيْتُ أُمَّ سَلَمَةَ فَوَجَدْتُهَا نَائِمَةً -يَعْنِي بَعْدَ الصُّبْحِ(ایضاً رقم الحدیث ۲۵۹۵۹)

عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ مُجَاهِدٍ ، أَنَّ عَائِشَةَ كَانَتْ إِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ نَامَتْ نَوْمَةَ الضُّحَى(ایضاً رقم الحدیث ۲۵۹۶۰)

عَنْ إِسْرَائِيلَ ، عَنْ عَبْدِ الأَعْلَى ، قَالَ :أَتَيْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ فَوَجَدْتُهُ نَائِمًا نَوْمَةَ الضُّحَى(ایضاً رقم الحدیث ۲۵۹۶۱)

حَدَّثَنَا أَيُّوبُ ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ ، أَنَّهُ كَانَ يَتَصَبَّحُ(ایضاً رقم الحدیث ۲۵۹۶۲)

عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ أَبِي يَزِيدَ الْمَدِينِيِّ ، قَالَ :غَدَا عُمَرُ عَلَى صُهَيْبٍ فَوَجَدَهُ مُتَصَبِّحًا ، فَقَعَدَ حَتَّى اسْتَيْقَظَ ، فَقَالَ صُهَيْبٌ :أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ قَاعِدٌ عَلَى مَقْعَدَتِهِ وَصُهَيْبٌ نَاعِمٌ مُتَصَبِّحٌ ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ :مَا كُنْت أُحِبُّ أَنْ تَدَعَ نَوْمَةً تَرْفُقُ بِكَ (ایضاً رقم الحدیث ۲۵۹۶۳)

۲؎ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ زِيَادٍ الْحَضْرَمِيُّ أَنَّ أَبَا فِرَاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ يَقُولُ :النَّوْمُ ثَلَاثَةٌ :فَنَوْمٌ خُرْقٌ وَنَوْمٌ خُلُقٌ وَنَوْمٌ حُمْقٌ ,فَأَمَّا نَوْمَةُ الْخُرْقِ فَنَوْمَةُ الضُّحَى، يَقْضِي النَّاسُ حَوَائِجَهُمْ وَهُوَ نَائِمٌ , وَأَمَّا نَوْمَةُ خُلُقٍ فَنَوْمَةُ الْقَائِلَةِ نِصْفَ النَّهَارِ ,وَأَمَّا نَوْمَةُ حُمْقٍ فَنَوْمَةٌ حِينَ تَحْضُرُ الصَّلَوَاتُ (شرح مشکل الآثار للطحاوی، حدیث نمبر ۱۰۷۳،شعب الایمان للبیھقی، حدیث نمبر ۴۴۰۹)

مَرَّ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْعَبَّاسِ بِالْفَضْلِ ابْنِهِ وَهُوَ نَائِمٌ نَوْمَةَ الضُّحَى ، فَرَكَلَهُ بِرِجْلِهِ وَقَالَ لَهُ :قُمْ ؛ إِنَّكَ لَنَائِمٌ السَّاعَةِ الَّتِي يُقَسِّمُ اللهُ فِيهَا الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ ، أَمَا سَمِعْتَ مَا قَالَتِ الْعَرَبُ فِيهَا ؟ قَالَ :وَمَا قَالَتِ الْعَرَبُ فِيهَا يَا أَبَتِ ؟ قَالَ :زَعَمَتْ أَنَّهَا مُكْسِلَةٌ مُهْرِمَةٌ مُنْسِأَةٌ لِلْحَاجَةِ ، ثُمَّ قَالَ :يَا بُنَيَّ !نَوْمُ النَّهَارِ عَلَى ثَلَاثَةٍ ؛ نَوْمُ حُمْقٍ ؛ وَهِيَ نَوْمَةُ الضُّحَى ، وَنَوْمَةُ الْخُلُقِ ؛ وَهِيَ الَّتِي رُوِيَ :قِيلُوا فَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَا تَقِيلُ ، وَنَوْمَةُ الْخُرْقِ ؛ وَهِيَ نَوْمَةٌ بَعْدَ الْعَصْرِ لَا يَنَامُهَا إِلَّا سَكْرَانُ أَوْ مَجْنُونٌ(المجالسة وجواهر العلم لأبي بكر أحمد بن مروان الدينوری المالکی"المتوفیٰ ۳۳۳ھ، حدیث نمبر ۲۰۴۷، عن ابن الاعرابی)

مقالات ومضامین

مفتی محمد رضوان

روزہ کے مباحات، مکروہات ومفسدات

روزہ کے مباحات، مکروہات اور مفسدات کا ترتیب وار ذکر کیا جاتا ہے۔

جن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور مکروہ بھی نہیں ہوتا

وہ صورتیں جن میں روزہ نہیں ٹوٹتا اور مکروہ بھی نہیں ہوتا بے شمار ہیں، جن میں سے چند اہم اور عام پیش آنے والی چیزوں کو یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱)......آنکھوں میں دوا یا سرمہ لگانا (اگرچہ ذائقہ حلق میں محسوس ہو یا تھوک میں رنگ دکھائی دے)

(۲)......سر، داڑھی، مونچھوں اور بدن کے کسی دوسرے حصہ پر تیل لگانا۔

(۳)......کان میں پانی ڈالنا یا بے اختیار چلے جانا۔

(۴)......حلق میں بلا اختیار گرد وغبار یا مکھی، مچھر، یا کسی قسم کے دھوئیں کا چلے جانا (لیکن اپنے ارادہ سے حلق میں دھواں پہنچایا تو روزہ ٹوٹ جائے گا مثلاً بطورِ خود جلتی سگریٹ، لوبان، اگربتی وغیرہ کے قریب آ کر ان کا دھواں لیا تو روزہ ٹوٹ گیا)

(۵)......عطر، پھولوں، اگربتی یا لوبان وغیرہ کی صرف خوشبو سونگھنا (خواہ وہ خوشبو کتنی ہی تیز ہو)

(۶)......بھول کر کھانا پینا یا بھول کر حق زوجیت ادا کرنا۔

(۷)......سوتے ہوئے غسل واجب ہو جانا۔

(۸)......مسواک کرنا (مسواک جیسے بغیر روزہ کے ہر وضو میں سنت ہے اسی طرح روزہ کی حالت میں بھی سنت ہے اور مسواک خواہ تر ہو یا گیلی اور دن کے کسی بھی حصہ میں کی جائے بلا کراہت جائز ہے) مسواک کرتے ہوئے اس کا کوئی ریشہ بلا اختیار حلق میں چلا جائے تو اس سے روزہ نہ ٹوٹے گا۔

(۹)......کلی کرنے اور منہ سے پانی نکالنے کے بعد منہ کی تری نگلنا۔

(۱۰)......نکسیر پھوٹنا (اگرچہ اس کا اثر تھوک میں بھی ظاہر ہو لیکن اس کو پیٹ میں نہ لے جائے)

(۱۱)......اپنا تھوک جو اپنے منہ میں ہو نگل لینا، البتہ اسے منہ میں جمع کر کے نگلنا نہیں چاہئے۔

(۱۲)......ناک کو اس قدر زور سے سڑک لینا کہ ناک کی ریزش حلق کے اندر چلی جائے۔

(۱۳)......خود بخود قے یا ڈکار یا کھانسی کے ساتھ پانی، بلغم وغیرہ آ جانا(خواہ کتنی مرتبہ آئے یا کتنی زیادہ آئے)

(۱۴)......چوٹ وغیرہ کے سبب سے جسم سے خون نکلنا۔

(۱۵)......ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، غسل کرنا، کپڑا بھگو کر سر یا بدن پر لپیٹنا یا ڈالنا، جسم کے کسی حصہ پر برف رکھنا(جبکہ مقصد صرف ٹھنڈک حاصل کرنا ہو، بے صبری اور پریشانی ظاہر کرنے کے لئے نہ ہو ورنہ یہ کام مکروہ ہے)

(۱۶)......بچہ کو دودھ پلانا۔

(۱۷)......روزہ شروع کرنے سے پہلے کھائے ہوئے پان کی صرف سرخی اور دوا کا ذائقہ منہ سے ختم نہ ہونا۔

(۱۸)......سخت ضرورت کے وقت خون چڑھانا۔

(۱۹)......صحبت یا انزال کا اندیشہ نہ ہو تو زوجہ سے بوس وکنار وغیرہ کرنا۔

(۲۰)......ایسی آکسیجن دینا جو خالص ہو اور اس میں ادویات کے اجزاء شامل نہ ہوں(اور ادویات کے اجزاء شامل ہوں تو روزہ ٹوٹ جائے گا)

(۲۱)......کسی قسم کا انجکشن یا ٹیکہ لگوانا۔

(۲۲)......کسی عذر سے رگ کے ذریعہ گلوکوز چڑھانا یا طاقت کا انجکشن لگوانا۔ [۱]

(۲۳)......ضرورت کے وقت کوئی چیز چکھ کر تھوک دینا(ضرورت سے مراد یہ ہے کہ مثلاً کسی عورت کا شوہر بدمزاج ہے اور عورت کو ڈر ہے کہ اگر کھانے پینے میں نمک، مرچ وغیرہ کم زیادہ ہو گیا تو شوہر ناک

---

[۱] انجکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا اس لئے کہ انجکشن کے ذریعہ دوا رگوں یا گوشت میں پہنچائی جاتی ہے اور خون کے واسطے سے بدن میں وہ سرایت کرتی ہے جوفِ دماغ یا جوفِ بطن میں دوا نہیں پہنچتی اور اگر پہنچتی بھی ہے تو مسامات کے ذریعے پہنچتی ہے اور روزہ فاسد ہونے کے لئے جوفِ دماغ یا جوفِ بطن میں اصلی منفذ(راستوں) سے پہنچنا ضروری ہے(امداد الفتاویٰ، امداد المفتین وغیرہ)

روزہ جہاں عبادت ہے وہاں اس سے یہ بھی مقصود ہے کہ روزہ کی حالت میں بھوکا پیاسا رہ کر نفس پر قابو حاصل ہو اور دوسری عبادات میں مدد ملے اور تھوڑی بہت کمزوری کو طاقت کی ڈرپ یا ٹیکہ سے ختم کر دیا جائے تو روزہ کے بعض فوائد سے محرومی ہو جاتی ہے، لہٰذا عام حالات میں صرف طاقت حاصل کرنے اور عمومی کمزوری(جو عموماً روزہ سے ہر ایک کو ہی محسوس ہوتی ہے) دور کرنے کے لئے مکروہ ہونا چاہئے، البتہ مخصوص حالات یا مخصوص کمزوری میں اس کی کراہت نہ ہونی چاہئے۔

میں دم کردے گا، یا مثلاً چھوٹا بچہ ہے اور دوسری نرم غذا موجود نہیں تو اس کی خاطر چبا کر دینا وغیرہ)

(۲۴)......دانتوں سے نکلنے والا خون نگل لینا بشرطیکہ وہ تھوک سے کم ہو اور منہ میں خون کا ذائقہ معلوم نہ ہو (ورنہ روزہ ٹوٹ جائے گا)

(۲۵)......سخت ضرورت کے وقت دانت نکلوانا اور شدید مجبوری میں اس جگہ دوا لگانا بشرطیکہ خون اور دوا حلق میں نہ جائے اور روزہ بے خطر ادا ہو جائے (اگر خون یا دوا حلق میں چلی جائے اور تھوک سے زیادہ یا اس کے برابر ہو یا منہ میں اس کا ذائقہ محسوس ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا)

(۲۶)......کسی زہریلی چیز کا ڈسنا۔

(۲۷)......مرگی وغیرہ کا دورہ پڑنا۔

(۲۸)......بواسیر کے مسوں کو (جن کا محل عموماً پاخانہ کی جگہ کا کنارہ ہوتا ہے) طہارت کے بعد اندر دبا دینا۔

(۲۹)......مصنوعی دانت اگر منہ میں لگوائے جائیں تو ان کی وجہ سے روزہ میں کوئی فرق نہیں آتا۔

(۳۰)......غسل واجب ہونے کی حالت میں روزہ شروع کرنا مکروہ نہیں (اگر وقت تھوڑا ہے اور سحری بھی کھانی ہے اور واجب غسل بھی کرنا ہے تو پہلے سحری کھانا بلا کراہت جائز ہے) البتہ بغیر عذر قصداً غسل میں تاخیر کرنا یا سارا دن بغیر غسل کئے ہوئے رہنا مکروہ ہے اور اس کی وجہ سے جو نمازیں قضاء ہوں گی ان کا گناہ الگ ہے۔

روزہ کے مکروہات

وہ صورتیں جن میں روزہ ٹوٹتا نہیں مگر مکروہ ہو جاتا ہے، ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

(۱)......ٹوتھ پیسٹ، منجن، مسی، دنداسہ اور کوئلہ وغیرہ سے دانت صاف کرنا جبکہ ان کے اجزاء حلق میں نہ جائیں (لیکن اگر ان کا کوئی جز حلق سے نیچے چلا گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا)

(۲)......صحبت یا انزال ہو جانے کا خطرہ ہو تو بیوی سے بوس وکنار وغیرہ کرنا۔

(۳)......بلا ضرورت کسی چیز کو منہ میں رکھ کر چبانا یا چکھ کر تھوک دینا (ضرورت کی مثال پہلے گزر چکی)

(۴)......غیبت، چغلی، جھوٹ، بہتان تراشی، بے جا غصہ، بے ہودہ گوئی، ایذاء رسانی، لڑنا جھگڑنا، گالی گلوچ (خواہ کسی انسان کو گالی دے یا بے جان چیز کو) فلم، ڈرامہ، ٹیلی ویژن دیکھنا اور گناہ کے تمام کام یوں تو ہر حال میں گناہ اور ناجائز ہیں مگر روزہ دار کے لئے ان کی برائی اور زیادہ ہے اور ان کی وجہ سے روزہ سخت

مکروہ ہوجاتا ہے بلکہ حدیث کی رو سے ان گناہوں کی نحوست سے روزہ کا اجر وثواب ہی غارت ہوجاتا ہے، اگرچہ روزہ کا فریضہ ذمہ میں سے اتر جاتا ہے۔

(۵)......اپنے منہ میں ارادتاً تھوک جمع کر کے نگلنا۔

(۶)......بغیر شدید ضرورت کے جسم سے خون نکلوانا، یا خون دینا۔

(۷)......بلا عذر رگ کے ذریعہ گلوکوز چڑھوانا۔

(۸)......بلا عذر لبوں پر لپ اسٹک، چَیپ اسٹک، وغیرہ لگانا (کیونکہ اس کے منہ یا حلق میں جانے کا اندیشہ ہے)

(۹)......کلی کرتے ہوئے غرغرہ کرنا اور ناک میں پانی ڈالتے ہوئے مبالغہ کرنا۔

(۱۰)......دانتوں کے درمیان اٹکا ہوا گوشت کا ریشہ یا اور کوئی چیز جو چنے کی مقدار سے چھوٹی تھی اسے (منہ سے باہر نکالے بغیر) نگل لینا۔

فائدہ: مکروہ عمل سے روزہ نہیں ٹوٹتا لیکن ثواب کم ہوجاتا ہے اور بعض صورتوں میں گناہ بھی ہوتا ہے۔

جن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

وہ صورتیں جن میں روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور صرف قضا واجب ہوجاتی ہے، بہت سی ہیں، ہم یہاں چند اہم اور عام پیش آنے والی چیزوں کا ذکر کررہے ہیں۔

(۱)...... ہر وہ چیز جس کو غذا، دوا یا کسی فائدہ کی غرض سے استعمال نہ کیا جاتا ہو اس کو کھانا پینا۔

(۲)......روزہ یاد تھا مگر وضو کرتے یا نہاتے ہوئے یا ویسے ہی ناک میں پانی ڈالتے ہوئے بلا اختیار حلق میں پانی چلا گیا۔

(۳)......سحری کا وقت سمجھ کر صبح صادق ہوجانے کے بعد سحری کھانا۔

(۴)......دانتوں میں لگا ہوا گوشت کا ریشہ یا اور کوئی چیز جو چنے کی مقدار سے بڑی تھی اسے (منہ سے باہر نکالے بغیر) نگل لینا (اگر منہ سے باہر نکال لیا پھر اس کو کھالیا تو خواہ وہ چنے کی مقدار سے چھوٹی ہو روزہ فاسد ہوجائے گا)

(۵)......دانتوں سے نکل کر اتنا خون یا پیپ حلق میں چلا جائے جو تھوک کے برابر یا اس سے زیادہ ہو جس کی علامت یہ ہے کہ تھوک میں اس کا رنگ نظر آجائے اور منہ میں ذائقہ محسوس ہو۔

(۶)......ڈاڑھ نکلوائی اور خون حلق میں چلا گیا، یا کسی مجبوری (مثلاً دانت میں درد وغیرہ) میں دوا دانت یا مسوڑھے میں لگائی اور وہ حلق میں چلی گئی (بشرطیکہ خون یا دوا تھوک سے زیادہ یا اس کے برابر ہو یا منہ میں اس کا ذائقہ محسوس ہو)

(۷)......ناک یا کان میں تر دوا ڈالنا (البتہ کان کے بارے میں جدید طبی تحقیق کی وجہ سے بہت سے حضرات نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ کان کے اندر پانی، تیل یا تر دوا ڈالنے سے روزہ فاسد نہیں ہوگا، الا یہ کہ کسی شخص کے کان کا پردہ پھٹا ہوا ہو جس کی وجہ سے وہ چیز حلق تک پہنچ جائے)

(۸)......ناک کے سانس کے ذریعہ سے کوئی چیز کھینچنا (مثلاً وِکس، ٹنکچر بینزائن کو، انہیلر، منتھول وغیرہ) یا خشک سفوف ڈالنا جب کہ وہ جوفِ دماغ میں یقینی طور پر پہنچ جائے۔

البتہ اگر ناک کے نتھنوں میں کوئی دوا، مرہم لگایا لیکن اس کو اوپر نہیں کھینچا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

(۹)......ایسی آکسیجن دینا جس میں ادویات کے اجزاء شامل ہوں۔

(۱۰)......سانس کی تنگی دور کرنے کے لئے وینٹولین کا پمپ استعمال کرنا (کیونکہ اس میں دوا ہوتی ہے اور وہ پمپ کے ذریعے حلق کے راستے سے پھیپڑوں کے اندر داخل ہوتی ہے)

(۱۱)......کسی طرح سے خود لذتی کر کے غسل واجب کر لینا۔

(۱۲)......بوس و کنار کی وجہ سے انزال ہونا۔ [۱]

(۱۳)......ایسی چیز کا نگل جانا جو کہ عام طور پر نہ کھائی جاتی ہو جیسے کنکر یا لکڑی کا ٹکڑا۔

(۱۴)......یہ سمجھ کر کہ احتلام سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، روزہ افطار کر لینا۔

(۱۵)......بیماری یا کسی مجبوری میں روزہ افطار کر لینا۔

(۱۶)......یہ سمجھ کر کہ سورج غروب ہو گیا ہے افطار کر لینا۔

(۱۷)......قصداً منہ بھر کر قے کر دینا (اگر اپنے ارادہ سے نہیں کی یا ارادہ سے کی مگر منہ بھر کر نہیں تھی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا)

(۱۸)......منہ بھر کر قے آئی اور اس کو جان بوجھ کر واپس لوٹا لیا (جبکہ وہ چنے کی مقدار یا اس سے زیادہ ہو، اور اگر قصداً نہیں لوٹایا بلکہ خود بخود لوٹ گئی تو روزہ نہیں ٹوٹتا)

---

[۱] بوس و کنار یا مشت زنی وغیرہ کرنے سے انزال ہو جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے، لیکن اگر کوئی حرکت کیے بغیر مثلاً صرف سوچنے یا صرف خیال کرنے یا بدنظری کی وجہ سے انزال ہو گیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، البتہ اختیاری طور پر ایسا فعل کرنا بذاتِ خود گناہ ہے۔

(۱۹)......لوبان یا عود کا دھواں قصداً ناک یا حلق میں پہنچانا۔

(۲۰)......منہ میں آنسو یا پسینہ کے قطرے جائیں اور ذائقہ محسوس ہو اور روزہ دار ان کو نگل لے۔

(۲۱)......دل کا مریض اگر گولی زبان کے نیچے رکھ لے اور یہ تھوک میں مل کر حلق میں چلی جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا (البتہ اگر اس کا خیال رکھے کہ تھوک حلق سے نیچے اترنے نہ پائے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، اگرچہ زبان کے مسام میں وہ جذب ہو جائے)

(۲۲)......جان سے مار دینے یا کسی عضو کے ضائع کر دینے یا کسی بڑے صدمہ سے دوچار کرنے کی دھمکی دے کر روزہ تڑوادیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس کی صرف قضاء واجب ہوگی لیکن روزہ توڑنے کا گناہ نہ ہوگا۔

(۲۳)......نابالغ اگر روزہ توڑ دے تو اس کی قضاء ضروری نہیں۔

(۲۴)......مشہور ہے کہ اگر استنجے کا پانی خشک نہ کیا جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے، حالانکہ روزہ میں استنجے کا پانی خشک کرنا ضروری نہیں (البتہ اگر پانی حقنہ کی جگہ تک پہنچ جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے مگر استنجے میں عموماً ایسا نہیں ہوتا)

(۲۵)......اگر روزہ دار مرد یا عورت نے (خود یا ڈاکٹر نے علاج وغیرہ کی غرض سے) خشک انگلی مرد کی بڑی شرم گاہ کے مقام میں داخل کی یا عورت کی آگے کی شرم گاہ میں انگلی داخل کی تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ لیکن اگر انگلی پانی یا تیل (یا کسی اور دوا) سے تر ہو تو اب انگلی کے واسطے سے پانی یا تیل اندر پہنچنے کی وجہ سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

(۲۶)......اور اگر پہلے خشک انگلی داخل کی پھر اس کو باہر نکال کر دوبارہ داخل کیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا (کیونکہ پہلی دفعہ میں انگلی پر اندر کی تری لگ گئی تھی، پھر دوبارہ داخل کرنے کی صورت میں باہر کی چیز کا اندر جانا پایا گیا)

(۲۷)......آج کل عورت کے رحم کی صفائی یا علاج کے لئے بعض چیزیں یا آلات استعمال کیے جاتے ہیں ان کا حکم بھی خشک اور تر انگلی کی طرح ہے۔

(۲۸)......روزہ کی حالت میں مانع حمل چھلا (I. U.D.C) رحم میں رکھنے سے روزہ ٹوٹنے کا اندیشہ ہے، لہٰذا پرہیز کیا جائے۔

(۲۹)......اگر کسی لکڑی کو نگل لیا یا شرم گاہ میں داخل کیا اور اس کا سرا ہاتھ میں ہے اور پھر اس کو باہر نکال لیا تو روزہ فاسد نہیں ہوگا (بشرطیکہ وہ خشک ہو)

(۳۰)......اگر مرد یا عورت نے شرم گاہ کے پیچھے والے حصہ کے اندر یا عورت نے اپنی آگے کی شرم گاہ کے اندر خشک کپڑا، روئی یا لکڑی وغیرہ داخل کی تو اگر وہ چیز ساری اندر چلی گئی تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔
البتہ اگر اس کا ایک سرا باہر نکلا رہا (اگر چہ وہ عورت کی شرم گاہ کے خارجی حصہ vulva میں ہو) تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

(۳۱)......روزہ کی حالت میں اگر کسی خاتون کو حیض یا نفاس کا خون جاری ہوگیا تو روزہ ٹوٹ گیا، اس روزہ کی بعد میں قضا کرنا واجب ہے، اگر چہ سورج غروب ہونے سے تھوڑی دیر پہلے ہی یہ حالت پیش آئی ہو، خواہ فرض روزہ ہو یا نفل۔

(۳۲)...... چونکہ روزہ کا وقت سورج غروب ہونے تک ہے، اس لئے اگر کسی خاتون کو روزہ کی حالت میں سورج غروب ہونے سے ذرا پہلے حیض یا نفاس کا خون آ گیا، تو بھی اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا، اور اس کی قضاء ضروری ہوگی۔

وہ صورتیں جن میں روزہ کی قضا و کفارہ دونوں لازم ہیں

روزہ توڑ دینے کا کفارہ لازم ہونے کے لئے کئی چیزیں ضروری ہیں، یعنی روزہ ٹوٹ جانے والی ہر صورت میں کفارہ لازم نہیں ہوتا بلکہ خاص خاص صورتوں میں لازم ہوتا ہے۔
یہاں اختصار کے طور پر قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہونے کی صورتیں لکھی جارہی ہیں:

(۱)......جان بوجھ کر ایسی چیز کھا پی لینا جس کو غذا، دوا یا کسی فائدہ کی غرض سے استعمال کیا جاتا ہو۔

(۲)......مسئلہ معلوم ہو یا نہ ہو، بیوی سے صحبت کرنا۔ جبکہ روزہ یاد ہو۔

(۳)......جان بوجھ کر کچا گوشت یا چاول کھالینا۔

(۴)......جان بوجھ کر سگار، حقہ، بیڑی اور سگریٹ وغیرہ پینا۔

(۵)......اگر کسی نے تھوڑی نسوار روزہ کی حالت میں منہ میں رکھ کر فوراً نکالدی اور اس کو یقین ہو کہ اس کا کوئی جز حلق میں نہیں گیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا اگر چہ بالاتفاق مکروہ ہے، مگر عام طور پر چونکہ ایسا ہونا مشکل ہے کہ نسوار کا جز حلق میں نہ جائے خصوصاً جبکہ استعمال کرنے والے دیر تک منہ میں رکھتے ہیں اور اس کے رہنے سے تھوک بھی زیادہ پیدا ہوتا ہے لہٰذا مروجہ طور پر نسوار استعمال کرنا روزہ توڑ دیتا ہے اور اس سے قضاو کفارہ دونوں واجب ہوں گے۔

﴿بقیہ صفحہ ۲۸ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مقالات ومضامین

مفتی محمد رضوان

رمضان اور زکاۃ

آج کل بہت سے لوگ رمضان المبارک کو زکاۃ کا مہینہ سمجھتے ہیں اور اپنی زکاۃ ہر حال میں رمضان کے مہینہ میں ادا کرنے کا اہتمام کرتے ہیں، خواہ کسی کا سال دوسرے مہینوں میں کیوں نہ پورا ہورہا ہو اور خواہ غریبوں کو دوسرے مہینوں میں ہی ضرورت کیوں نہ ہو۔

خوب سمجھ لیجئے! کہ زکاۃ کا تعلق رمضان کے مہینہ سے نہیں ہے بلکہ سال پورا ہونے سے ہے لہٰذا جس کا سال جس مہینہ اور جس تاریخ میں مکمل ہورہا ہو اس کو اس مہینہ میں زکوٰۃ دینا چاہئے بلاعذر تاخیر کرنا اور صرف ثواب کی خاطر رمضان تک مؤخر کرنا مناسب نہیں اور اس میں کئی خرابیاں ہیں: مثلاً

(۱)......اگر کسی کے زکاۃ کا سال رمضان سے پہلے پورا ہورہا ہے لیکن وہ اس وقت زکاۃ ادا نہیں کرتا اور رمضان کے انتظار میں رہتا ہے لیکن رمضان المبارک کے آنے سے پہلے فوت ہوجاتا ہے تو وہ گنہگار ہوکر فوت ہوگا اور اس کے ذمہ زکاۃ کا فریضہ باقی رہے گا۔

(۲)......اگر زکاۃ کا سال رمضان سے پہلے پورا ہورہا ہے لیکن اس وقت زکاۃ ادا نہیں کی اور رمضان کے مہینہ میں اس کا مال کسی طرح کم ہوگیا مثلاً اس نے خرچ کرلیا، اور پھر جب رمضان میں حساب کرکے زکاۃ ادا کی تو کم مال کی زکاۃ ادا کی اور جتنا مال سال پورا ہونے کے بعد خرچ ہوگیا اس کی زکاۃ ذمہ میں باقی رہی ، اسی طرح اگر مال میں اضافہ ہوگیا تو زیادہ مال کی زکاۃ دینی پڑے گی ، جوکہ اس کے ذمہ واجب نہیں تھی، اور اگر کوئی ہمیشہ اسی طرح کرتا رہا تو اس خرابی کا سلسلہ بھی ساتھ ساتھ چلتا رہے گا۔

(۳)...... ہر عبادت کو اس کے صحیح وقت پر ادا کرنے کا جو ثواب ہے، اس سے محرومی ہوگی۔

(۴)...... جب سب لوگ رمضان میں زکاۃ ادا کریں گے اور دوسرے دنوں میں نہیں کریں گے تو سال کے گیارہ مہینے غریبوں کو اپنی ضروریات پوری کرنا مشکل ہوگا۔ اور سال کے گیارہ مہینوں میں ان کا کوئی پرسانِ حال نہ ہوگا۔

(۵)......رمضان المبارک کو زکاۃ کے لئے خاص کرلینے کی وجہ سے ایک خرابی یہ لازم آتی ہے کہ ہر شخص کو رمضان ہی میں جلد از جلد اپنی زکاۃ ادا کرنے کی فکر ہوتی ہے اور جب کوئی صحیح مصرف سامنے نہیں آتا تو کسی

نہ کسی کو دے کر جان چھڑانے کی کوشش کی جاتی ہے خواہ وہ صحیح مستحق بھی نہ ہو۔

(۶)......اس مہینے میں رسمی غریبوں اور بھکاریوں کا ایک سیلاب اُمڈ آتا ہے اور پھر لوگ ان ہی پیشہ وروں کو اپنی زکاۃ دیتے ہیں اور اس طرح اصل مستحق نظروں سے پوشیدہ اور محروم رہتے ہیں (ماخذہٗ اشرف الجواب ص۱۳۶ للتھانوی رحمہ اللہ)

(۷)......اس کے علاوہ سال بھر میں مستحقوں کو تلاش کرنا بھی آسان ہے اور صحیح وقت پر ادائیگی کا ثواب بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا زکوٰۃ کے لئے ہر شخص کو رمضان کی تخصیص کرنا غلط ہے ہر شخص کو اپنے سال پورا ہونے پر زکوٰۃ صحیح صحیح مصرف میں خرچ کرنی چاہئے، اور اپنے سال پورا ہونے کی تاریخ کو محفوظ رکھنا چاہیئے، البتہ اگر کسی کا سال رمضان ہی میں پورا ہو رہا ہو تو پھر رمضان میں دینے میں بھی حرج نہیں، بہتر یہ ہے کہ اس سلسلہ میں اپنے تفصیلی حالات اہلِ علم کے سامنے رکھ کر شرعی حکم معلوم کر لیا جائے۔

فائدہ: بعض روایات سے رمضان میں صدقہ کا افضل ہونا معلوم ہوتا ہے، لیکن ظاہر ہے کہ اس سے مراد صدقہ ہے نہ کہ زکاۃ۔

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۲۶ ''روزہ کے مباحات، مکروہات ومفسدات''﴾

جن وجہوں سے روزہ توڑ دینا جائز ہے

(۱)......روزہ رکھنے کے بعد اچانک ایسا بیمار ہو گیا کہ اگر روزہ نہ توڑے گا تو جان پر بن آئے گی یا بیماری بہت بڑھ جائے گی (مثلاً ایسی پیاس یا بھوک لگی کہ ہلاکت کا ڈر ہے یا مثلاً پیٹ میں سخت درد اُٹھ گیا اور اس کی وجہ سے بے تاب ہو گیا یا سانپ نے کاٹ لیا وغیرہ) تو روزہ توڑ دینا اور دوا یا غذا کھا لینا درست ہے۔

(۲)......اگر روزہ رکھنے کے بعد کسی کو زبردستی روزہ توڑنے (کھانے پینے یا کسی سے صحبت کرنے) پر مجبور کیا گیا جس میں اس کی یا کسی اور کی جان ضائع کرنے یعنی قتل وغیرہ کا یا کسی عضو کے کاٹنے وضائع کر دینے یا سخت مار پیٹ کا خوف دلایا گیا اور اس کو یقین یا غالب گمان ہے کہ اگر وہ روزہ نہیں توڑے گا تو مذکورہ باتوں میں سے کسی بات میں مبتلا ہونا پڑے گا تو ان صورتوں میں اس کو روزہ توڑ دینا جائز ہے، البتہ معمولی وجوہات کی بناء پر روزہ توڑنے کی اجازت نہیں۔

(۳)......حمل والی عورت کو روزہ شروع کرنے کے بعد اپنی یا بچے کی جان کے خطرہ کی وجہ سے کچھ غذا یا دوا کھانا ضروری ہو گیا تو اس کی وجہ سے روزہ توڑ دینا جائز ہے۔

فائدہ: جن صورتوں میں روزہ توڑ دینا جائز ہے ان میں صحت یاب ہونے اور معذوری ختم ہونے کے بعد روزہ کو ادا کرنا ضروری ہے۔ لیکن ایک روزہ کے بدلے میں صرف ایک روزہ قضاء کرنا ہوگا مجبوری کی وجہ سے روزہ توڑ دیا جائے تو اس میں کفارہ واجب نہیں۔

مقالات ومضامین (اِس دور کے چارہ گر کہاں ہیں؟ قسط۲۰) مفتی محمد امجد حسین

فرعونِ مصر سے فراعنۂ عصر تک

فرعون پرقرآن کی تیسری فردِ جرم

''يُذَبِّحُ أَبْنَاءَهُمْ وَيَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ '' کہ فرعون بنی اسرائیل کی نرینہ اولاد کو ذبح کرواتا، اور بچیوں کو زندہ چھوڑ دیتا۔

توراۃ اور یہودی مآخذ بتلاتے ہیں کہ فرعون کو اس کے دربار کے کاہنوں، نجومیوں نے خبر دی کہ بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والا ایک لڑکا تیری سلطنت کے زوال کا باعث بنے گا، فرعون نے اس کی پیش بندی کے لئے یہ ظالمانہ اقدام اٹھایا کہ بنی اسرائیل کے ہاں نرینہ اولاد پیدا ہوتے ہی ان کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے، فرعون کے اس ننگ انسانیت اقدام نے ہزاروں معصوموں کی جان لی، قرآن عزیز نے ایک سے زیادہ مواقع پر فرعون کے اس جرمِ عظیم کو نمایاں کیا ہے۔

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا

برٹش سامراج (برطانیہ عظمیٰ، تاجِ برطانیہ) نے اپنی عالمی چودہراہٹ کی ڈیڑھ دو صدیوں کے دوران انسانی تاریخ پر بڑے گہرے اثرات ڈالے ہیں، تہذیب وتمدن پر اور پورے عالمی جغرافیہ اور نظام پر اپنی سامراجی اور استحصالی پالیسیوں یا بالفاظِ دیگر فرعونی ذہنیت کے تحت بہت دیرپا اور دوررَس نقوش مرتب کئے ہیں، بقول اقبال مرحوم: ؏ فرنگی شیشہ گر کے فن سے پتھر ہوگئے پانی

اس کے بعد کے طاغوت اور سامراج انہی خطوط پر آگے بڑھتے رہے ہیں، اور بڑھتے جا رہے ہیں، چنانچہ مذکورہ فرعونی جرم کو برٹش سامراج نے ذرا ''وکھرے'' انداز میں اپنایا، اور زمانہ کے تقاضوں سے ہم آہنگ صورت میں روبہ عمل لایا، اکبرالہ آبادی مرحوم کے ذیل کے شعر میں اسی کی طرف اشارہ ہے: ؎

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

ایک اور شعر میں فرماتے ہیں کہ:

حکام پہ بم کے گولے ہیں اور مولویوں پر گالی ہے کالج نے یہ کیسے سانچے میں لڑکوں کی طبیعت ڈھالی ہے

Idara Ghufran

علامہ اقبال مرحوم نے اسی بات کوذرامزیدوضاحت سے پیش کیا ہے۔

ایک لرڈفرنگی نے کہااپنے پسر سے — منظروہ طلب کرکہ تیری آنکھ نہ ہوسیر
سینے میں رہے رازِ ملوکانہ تو بہتر — کرتے نہیں محکوم کوتیغوں سے کبھی زیر
تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو — ہو جائے ملائم تو جدھر چاہے پھیر
تاثیر میں اکسیر سے بڑھ کر ہے یہ تیزاب — سونے کا ہمالہ ہوتو مٹی کا ہے اک ڈھیر

(ضربِ کلیم، نظم نصیحت)

نیز

عصرِ حاضر ملک الموت ہے تیرا جس نے — قبض کی روح تیری دے کے تجھے فکرِ معاش
اس جنوں سے تجھے تعلیم نے بیگانہ کیا — جو یہ کہتا تھا خرد سے کہ بہانے نہ تراش

(ایضاً، مدرسہ)

نیز

اور یہ اہلِ کلیسا کا نظامِ تعلیم — فقط سازش ہے دین ومروت کے خلاف

(ایضاً، دین وتعلیم)

نیز

جہانِ مغرب کے بتکدوں میں، کلیساؤں میں، مدرسوں میں
ہوس کی خونریزیاں چھپاتی ہیں عقل عیار کی نمائش

(ضربِ کلیم، کارل مارکس کی آواز)

یہ مغرب کے عطا کردہ اور مغرب سے درآمد کردہ تعلیمی نظام اور مغرب سے اخذ کردہ خدابیزار ومادہ پرستانہ تہذیب ونظامِ زندگی ہی کے کرشمے ہیں کہ جس امت کی گود میں پلنے والی نسل کا مطمحِ نظر کبھی یہ ہوا کرتا تھا کہ جوانی کی دہلیز پرقدم رکھتے ہی ان کے سینے میں جہانبانی کے عزائم انگڑائیاں لینے لگتے، ان کی خودداری اور ہمت وحوصلہ کی بلندی کا یہ عالم ہوتا تھا کہ اپنے آپ کوزمین پر تقدیر کا بندہ ہونے کے بجائے خالق کا نمائندہ سمجھتے تھے، کسی طاغوت اور فرعونی طاقت کا پجاری اور کسی مادی تہذیب کا پرستار بننے کی بجائے فطرت کے مقاصد کی نگہبانی کواپنا مقصدِ زندگی قرار دیتے۔

میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی — میں اسی لئے مجاہد میں اسی لئے غازی

کوئی بندہ صحرائی، صحراؤں اور بیابانوں کی آزادفضاؤں اور فطری ماحول میں پرورش پاکر اٹھتا توستر،

اٹھارہ سال کی عمر میں سندھ و ہند کی تسخیر کر کے امت کے جغرافیے کو کہاں سے کہاں پہنچا دیتا، کوئی مرد کہستانی، پہاڑوں کے دامن میں پلتا اور شیر کا جگر اور چیتے کی آنکھ کا حامل بن کر پہاڑوں سے اتر کر کھلے میدانوں میں آتا تو بت فروشی کے بجائے بت شکنی کی ایسی تاریخ رقم کرتا کہ ہزاروں سال سے بت کدوں میں بھگوان بنے بیٹھے جھوٹے خدا منہ کے بل گرتے، اوران کی خدائی دھڑام سے زمین پر سجدہ ریز ہوتی۔ ؎

فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی یا بندۂ صحرائی یا مرد کہستانی

بندہ صحرائی اگر ابنِ قاسم سے کنایہ ہے، اور مرد کہستانی فاتح سومنات محمود غزنوی سے استعارہ ہے، تو یہ ایک علامتی استعارہ ہے، مراد یہ ہے کہ یہ دو افراد جس قوم، جس امت اور جس ملت کے سپوت اور نمائندے تھے، ان کا ہر پیر و جوان، ہر کہتر و مہتر اسی شان کا حامل تھا، یہ جن لشکروں کے قائدین تھے، ان لشکروں کا ہر لشکری ہی بندہ صحرائی یا مرد قہستانی ہوتا، اور خدا کی زمین پر خدا کے قائم کردہ فطرت اور خدا کے طے کردہ آفاقی مقاصد کا نگہبان ہوتا تھا، لیکن آج مغربیت و مادیت کی رو میں بہنے اور مغربی نظام تعلیم کی بھٹی سے ڈھل کر نکلنے کے بعد اس امت کے نوجوان سپوتوں کی حدِ نگاہ، اور مطمحِ نظر، کرکٹر بننا، فن کار، اداکار، ڈانسر اور موسیقار (یعنی خطا کار، سیہ کار، بدکار) بننا رہ گیا ہے، یا موجودہ مغربی اندازِ سیاست کی پر پیچ اور مبنی بر دجل و تلبیس راہوں پر گامزن ہو کر سیاست دان بننا، ملک و قوم پر جونک کی طرح مسلط ہو کر ملکی خزانے کو شیرِ مادر سمجھ کر بغیر ڈکار کے ہضم کرنا رہ گیا ہے، یا ایسا بے پیندا لوٹا بننا جو ہر وقت گردش میں رہے، اور لڑھکتا ہی رہے، اپنے ضمیر کو بکاؤ مال بنا کر مفاد پرستی، خودغرضی اور طاغوت و سامراج کی دلالی کے ہر بازار میں بکے، اور ہر دام پر بکے، ضمیر فروشی، ملت فروشی، وطن فروشی، ایمان فروشی، بردہ فروشی وغیرہ تمام ننگ انسانیت کاروباروں کی ورائٹی اس کے ضمیر کی دوکان پر سجی ہوئی ہو۔

اقبال تو ایک میر جعفر و میر صادق کا رونا روتے تھے، آج کے عالمِ اسلام میں اور مملکتِ خداداد میں اس قبیل کے اتنے لوگ ہیں کہ "ایک ڈھونڈو ہزار ملتے ہیں" دلی سے آئے ہوئے ایک خواجہ سرا، بوٹوں والے سٹک ماسٹر نے گزشتہ عشرے میں یہ کاروبار اس مملکت میں اتنا عام کر دیا کہ اب یہ کوئی شرم کی بات نہیں رہی۔ ع

قومے فروختند و چہ ارزاں فروختند

جب امت کی پست فطرتی کی یہ حالت ہو تو ایسے میں آج کے بندہ صحرائی اسامہ بن لادن اور آج کے مردِ کوہستانی ملا عمر کو فطرت کے مقاصد کی نگہبانی کرنے اور مسلمانوں کی عظمتِ رفتہ کی بحالی کی کوشش کرنے

جیسے نا قابلِ معافی جرائم پر ان کا جو بھی حشر ہو، کم ہے، کبھی مسلمان کی غیرت وحمیت اور عفت وعصمت کی رکھوالی کا یہ عالم ہوتا تھا کہ دیبل کے ساحل سے کوئی عفت مآب مسلمان بہن اپنی عصمت کی حفاظت اور غیروں کی چنگل سے بازیابی کی دھائی دیتی تو اسلامی دنیا کے دارالخلافہ میں ہلچل مچ جاتی، اور کفر کی سلطنت کے نقشے بدل جاتے۔ روم (یورپ) سے ایک مظلوم مسلمان عورت ''واہ معتصماہ'' کی دھائی دیتی تو بغداد کے تخت پر خلیفۃ المسلمین کا خون کھولنے لگتا، اور اسلامی لشکر کو کوچ کا آرڈر ملتا، آج عام مسلمان نہیں بلکہ مسلمانوں کے حکمران اور سول نہیں بلکہ عسکری حکمران جن کا فرضِ منصبی ہی ملک کی سرحدوں کی حفاظت اور قوم کی رکھوالی کرنا ہے، وہ اتنی کمینی صفات، گھٹیا سوچ کا حامل اور طاغوت پرست ہو، کہ ڈالروں کی جھنکار سے سرشار وسرنگوں ہر کر اور طاغوتی شیطانی طاقتوں کو اپنا خدا سمجھ کر اور ان کی اطاعت وبے دام غلامی کو سرمایۂ سعادت سمجھ کر قوم کی بیٹیوں تک کو بیچ ڈالے۔ ع

قیاس کن از گلستانِ من بہار مرا

ایسا کیوں نہ ہو کہ یہ حکمران آسمان سے تو نہیں اترتے، اسی مسلمان معاشرے کے پالے پوسے ہوتے ہیں، اور اوپر پہنچتے ہیں، جس مسلمان معاشرے کے صرف ایک شعبے یعنی تعلیمی شعبے کی یہ تصویر ہے کہ کالج اور یونیورسٹیوں کی سطح پر مسلمان لڑکے اور لڑکیاں مخلوط تعلیم حاصل کر رہے ہوتے ہیں، بالعموم ان اداروں میں پوری مادیت پرستی اور مادر پدر آزادی کا ماحول ہوتا ہے، اسلامی روایات، مشرقی اقدار اور اعلیٰ انسانی اخلاقی صفات ایک مسلمان مرد وعورت کے اسلامی کیریکٹر وکردار کے اوصاف یہاں دقیانوسیت سے تعبیر کئے جاتے ہیں، یہاں کی مسلمان مخلوق کی اکثریت ان چیزوں سے ایسے بدکتی اور بھاگتی ہے، جیسے سگ گزیدہ پانی سے بھاگتا ہے، ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ہماری یہ گریجویٹ اور تعلیم یافتہ نسل جنہوں نے آگے چل کر ملک وقوم کی بھاگ دوڑ سنبھالنی ہے، امتِ مسلمہ کے سفینے کا کھیون ہار بننا ہے، شاعرِ مشرق کے اس شعر کا نمونہ ہوتی۔

وہی جواں ہے قبیلے کی آنکھ کا تارا　　　جوانی ہو جس کی بے داغ ضرب ہو کاری

لیکن قوم کے یہ سپوت لیلیٰ مجنون، ہیر رانجھا، سوہنی مہیوال، اور مرزا صاحباں کا ظل اور بروز واور چربہ بنے ہوتے ہیں، کسی طالبہ کا لیلیٰ یا ہیر کے روپ میں سامنے آنے کی دیر ہوتی ہے کہ دسیوں مجنون کوؤں اور مردار خور چیل اور گدھوں کی طرح آس پاس منڈلانا شروع کر دیں گے، اب بات لیلائے کالج کے ذوق

نظر اور حسن انتخاب پر ٹھہر جاتی ہے کہ وہ کھیر کھانے والے اتنے سارے ہرجائی مجنونوں میں سے کس کو نامزد کرتی ہے، خصوصاً جبکہ دورِ جدید کی یہ روشن خیال لیلیٰ خود بھی ہرجائی ہو، پروین شاکر کے اس شعر میں شائد یہ طبقہ عشاق (یا فساق) بھی ملحوظ ہو۔

بس یہی اک بات اچھی ہے مرے ہرجائی کی وہ جہاں بھی گیا، لوٹا تو میرے پاس آیا

اس مرحلے سے گزر کر مسلمان نوجوان میں غیرت وحمیت اور مسلمان بیٹی میں عفت وعصمت کی کتنی کچھ جمع پونجی باقی رہ جائے گی؟ کالجوں، یونیورسٹیوں کی یہ عشق پیشہ نسل زندگی کے ہر عملی میدان میں آگے آ کر مسلمانوں کی اجتماعی ندگی کا کاروبار سنبھالتی ہے، مسلمانوں کی ریاست کا نظم ونسق چلاتی ہے، اب کسی فرعون اور طاغوت کو ان کے خون میں ہاتھ رنگ کر مفت میں بدنام ہونے کی کیا ضرورت ہے، تہذیب اور تعلیم کی تلوار ان کی غیرت وحمیت اور اسلامیت کی رگیں خود ہی کاٹ ڈالے گی۔ مسلمانوں کی اس قسم کی مغرب زدہ اور خدافراموش نسلیں جس نہج پر کاروبارِ مملکت چلائیں گی، اور مسلمانوں کی اجتماعی وریاستی زندگی کا نظام ونقشہ تشکیل دیں گی، وہ نام کی حد تک اور صورتاً مسلمانوں کی حکومت، مسلمانوں کا معاشرہ ہوگا، لیکن اسلامیت کی سپرٹ اور روح سے خالی ہوگا، وہاں ماڈرن ازم، جدت پسندی، تجدد اور روشن خیالی کے پرکشش عنوانات کی آڑ میں اسلام کی حقیقت اور اصلیت کو مسخ کر کے اس کی روح نکال کر اس کو تحریف کے یہودیانہ عملِ جراحی سے گزار کر دینِ اسلام کا ایسا نیا ایڈیشن اور ایسا چربہ سامنے لایا جائے گا کہ صورت اسلام کی ہوگی، حقیقت کفر کی ہوگی، نام اسلام کا ہوگا، نظام کفر کا ہوگا، معاشرہ مسلمانوں کا ہوگا، معاشرتی آداب، کلچر وثقافت کفر کے ہونگے۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود یہ کیسے مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

یہ مسلمان ہو کر بھی مسلمانی کی مٹی پلید کرنے والے بنیں گے، توحید کی امانت، گمراہ انسانوں اور قوموں کو منتقل کرنے کے بجائے یہ ایمان بیچ کر کفر خریدیں گے، حیا بیچ کر فحاشی اور کنجر پن خریدیں گے، اسلامی اعلیٰ اخلاق وروایات اور مشرقی اقدار بیچ کر اباحیت پرستی، حیوانیت، مادر پدر آزادی خریدیں گے۔

أُولٰئِکَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰی. فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ (سورة البقرة آیت ١٦)

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت چھوڑ کر گمراہی خریدی، نہ تو ان کی تجارت ہی نے

کچھ نفع دیا اور نہ وہ ہدایت یاب ہی ہوئے۔

بایں ہمہ بگاڑ جو گزشتہ دو صدیوں کے سامراجوں اور فرعونی طاقتوں نے اپنی تہذیب اپنے کلچر اور اپنے تعلیمی سسٹم میں رنگ کر مسلمانوں میں پیدا کیا ہے، جس کی وجہ سے اس طاغوتی نظام اور کفریہ سسٹم کو مجموعی طور پر مسلمانوں سے بظاہر کوئی خطرہ نہیں رہا، کہ مسلمانوں کی بڑی تعداد اور مسلمانوں کی ریاستیں اور ریاستی ادارے خود اس طاغوتی سسٹم میں رنگ چکے ہیں، اور اس کے کل پرزے بن چکی ہے، بڑی حد تک اور وسیع پیمانے پر فرعون کی طرح مسلمانوں کے گلے کاٹنے کی ان کو ضرورت نہیں رہی، لیکن پھر بھی اس فرعونی فارمولے، قتلِ اولاد اور نسل کشی مسلم کی ضرورت موقع بہ موقع آج کے فراعنہ اور نماردہ کو بھی پیش آتی رہتی ہے، اور وہ بلا دھڑک و بلا جھجک یہ اقدام آج بھی جاری رکھے ہوئے ہیں، سند جواز مہیا کرنے اور نام نہاد عالمی قوانین کے زمرے میں اپنی اس سفاکی اور درندگی کو لانے کے لئے طاغوت کی لونڈی **UNO** نامی ادارہ ان کے پاس موجود ہے، جس کے ہر فرعونی آرڈر پر کافروں سے پہلے یہ نام نہاد مسلمان، طاغوت کے دلال، اور مغربیت میں از سرتاپا، رنگے ہوئے حکمران، دانش ور، اینکر پرسن اور روشن خیال، طبقہ اشرافیہ کے لوگ لبیک کہتے اور سر دھنتے ہیں۔

90ء کی دھائی میں بوسنیا، کوسوو میں، چیچنیا میں، مسلمانوں کا قتلِ عام ہوا، بوسنیا سے آج تک مسلمانوں کی اجتماعی قبریں دریافت ہو رہی ہیں، پچھلی دھائی میں عراق اور افغانستان پر اقتصادی پابندیاں لگا کر اور موجودہ دہائی میں دونوں مظلوم و بے گناہ مسلمان ریاستوں پر چڑھائی کر کے اور دھاوا بول کر وسیع پیمانے پر مسلمانوں کی نسل کشی کی گئی، فلسطین میں مسلمانوں کی نسل کشی ہوتے ہوئے نصف صدی سے زیادہ عرصہ بیت گیا، عراق و افغانستان میں مسلمانوں کی نسل کشی اب تک جاری ہے، فاٹا میں ڈرون حملوں کی صورت میں مسلمانوں کی نسل کشی ہو رہی ہے، پورے پاکستان میں عالمی طاغوتی طاقتیں اپنے اپنے مفادات کے لئے آگ اور خون کا کھیل کھیل رہی ہیں۔

لیکن اس سب کچھ کے باوجو مسلمان ہی دہشت گرد ہیں، مسلمان ہی بنیاد پرست ہے، مسلمان ہی انتہا پسند ہے، مسلمان ہی بیک ورڈ ہے، اور دقیانوس ہے، عالمی امن کے لئے مسلمان ہی خطرہ ہے، دسیوں لاکھ مسلمانوں کو فضاؤں سے بمباری کر کے، خود کافروں کے عالمی قوانین کے مطابق ممنوع ترین مہلک ہتھیاروں اور کیمیاوی بموں سے عراق و افغانستان میں، فلسطین میں، لیبیا میں، چیچنیا اور کشمیر میں، نیست

ونابود کرنے سے عالمی امن کو کوئی خطرہ نہیں، یہ کوئی دہشت گردی اور انتہا پسندی نہیں، نہ ہی مسلمان خواتین کے سکارف اور حجاب پر یورپ کے بعض ملکوں میں پابندی لگانا، اور اللہ کے محبوب رسول ہمارے آقا پرنور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخانہ خاکے شائع کرانا کوئی انتہا پسندی، دقیانوسی اور تنگ نظری ہے۔

آج کے فراعنہ کی اس دوغلی اور منافقانہ ذہنیت اور ان کے شر وفساد پر مبنی ان پروپیگنڈوں کو ذرا سامنے رکھیں، اور پھر قرآن مجید کی ذیل کی آیات میں بیان کردہ فرعون کی ذہنیت اور پروپیگنڈوں سے موازنہ کریں، کچھ اندازہ ہوسکے گا کہ تاریخ کس طرح ہر دور میں اپنے آپ کو دہراتی ہے، اور خیر وشر کی اصل بنیادوں اور باہمی کشمکش کے طریقوں میں کیسی یکسانیت پائی جاتی ہے، اور طاغوت کس طرح ساری زمین کو فساد سے بھر کر پھر بھی اپنے آپ کو معصوم ہی سمجھتا ہے، اور اپنے آپ کو خدا کی زمین کا مالک ومختار اور ٹھیکیدار قرار دے کر خدا پرستوں سے نظامِ زندگی کو خطرات لاحق ہونے کے راگ الاپتا ہے، اور جھوٹے پروپیگنڈے کرتا ہے۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِیْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰی وَلْیَدْعُ رَبَّه اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ یُّبَدِّلَ دِیْنَكُمْ اَوْ اَنْ یُّظْهِرَ فِی الْاَرْضِ الْفَسَادَ (سورۃ المؤمن، آیت ۲۶)

ترجمہ: اور فرعون بولا کہ مجھے چھوڑو کہ موسیٰ کو قتل کردوں اور وہ اپنے پروردگار کو بلالے، مجھے ڈر ہے کہ وہ (کہیں) تمہارے دین (آج کے دور میں عالمی طاغوتی سسٹم اور نظام) کو (نہ) بدل دے یا ملک میں فساد (نہ پیدا) کردے۔

غلطی کا ازالہ:...... میرے اس مضمون کی گزشتہ قسط ''گرتے پڑتے عوام کی چیخیں'' میں دو باتیں قابلِ اصلاح ہیں (۱) عزیزِ مصر، زمانہ یوسف بادشاہِ مصر کا لقب نہیں، بلکہ یہ اس کا کوئی وزیر تھا، کیونکہ اس وقت کے بادشاہ کو قرآن نے سورہ یوسف میں ''الملک'' سے تعبیر کیا ہے (۲) زمانہ یوسف کے شاہِ مصر کو قرآن کا ''الملک'' سے تعبیر کرنے سے محققین نے یہ اخذ کیا ہے کہ اس وقت کے بادشاہ کا لقب فرعون نہیں تھا، اور یہ کہ فرعون لقب بادشاہانِ مصر کے لئے حضرت یوسف علیہ السلام کے کافی بعد استعمال میں آیا، جبکہ توراۃ کی تعبیر یہی ہے کہ زمانۂ یوسف کے بادشاہ کو بھی توراۃ میں فرعون ہی کہا گیا ہے (ملاحظہ ہو: تفسیر ماجدی، ج۱، سورہ بقرہ کے شروع حصہ میں واقعۂ موسیٰ وفرعون) البتہ محقق سیوہاروی نے فراعنہ کے سلسلہ میں وہی تفصیل کی ہے، جو بندہ نے گزشتہ مضمون میں ذکر کی ہے (ملاحظہ ہو: قصص القرآن، ج۱) محمد امجد حسین

مقالات ومضامین

مفتی منظور احمد

قمار اور جوئے پر مشتمل کاروبار (قسط ۱)

آج کل تجارت کی جو ناجائز صورتیں امتِ مسلمہ میں رائج ہیں، ان میں قمار اور جُوا سرِ فہرست ہیں، قمار اور جوا جیسے زمانۂ جاہلیت میں کثرت سے رائج تھا، اسی طرح موجودہ دور میں بھی رائج ہے، بلکہ اس سے کہیں زیادہ اسے رواج حاصل ہے، آئے روز نئی نئی اسکیمیں اور طریقے سامنے آرہے ہیں جو قمار اور جوئے پر مشتمل ہوتے ہیں، قرآن وسنت میں بڑی سختی کے ساتھ قمار اور جوئے سے منع کیا گیا ہے، اور اسے بڑا گناہ قرار دیا گیا ہے، چنانچہ ایک آیت میں ہے کہ:

يَسْـــــَٔلُوْنَکَ عَنِ الْخَـــمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ کَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْـمُهُمَآ اَکْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا (سورة البقرة، آیت ۲۱۹)

لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ ان میں بڑا گناہ ہے، اور لوگوں کے لئے نفع بھی ہے، اور ان کا گناہ ان کے نفع سے زیادہ بڑا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جوا اور قمار کھیلنا اور ایسا کاروبار کرنا جو جوئے پر مشتمل ہو، بہت بڑا گناہ ہے، گو اس میں مالی نفع بھی ہوتا ہے، لیکن یہ نفع آخرت کے گناہ اور وبال کے اعتبار سے بہت کم ہے، لہٰذا اس پر ہونے والے گناہ کو مدِ نظر رکھتے ہوئے معمولی سے دنیاوی نفع کو قربان کردینا چاہئے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے کہ:

اِنَّـمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (سورة المائدة، آیت ۹۰)

بے شک شراب اور جوا اور بت اور جوئے کے تیر ناپاک شیطان کے عمل ہیں، لہٰذا تم ان سے بچو، تاکہ فلاح پاسکو۔

اس آیت میں شراب، جوئے، بت اور جوئے کے تیر، ان چار چیزوں کی حرمت بیان کی گئی ہے، اور ان چیزوں کو ''رِجس'' فرمایا گیا ہے، رجس عربی زبان میں ایسی گندی چیز کو کہا جاتا ہے، جس سے انسان کی طبیعت کو گھن اور نفرت پیدا ہو، یہ چار چیزیں ایسی ہیں کہ اگر انسان ذرا بھی عقلِ سلیم اور طبعِ سلیم رکھتا ہو، تو خود بخود ہی ان چیزوں سے اس کو گھن اور نفرت ہوگی۔

''خمر'' شراب کو کہتے ہیں، ''میسر'' کا معنیٰ ہے جوا، اور ''انصاب'' کا معنیٰ ہے بت، اس آیت کا اصل مقصود شراب اور جوئے کی حرمت اور ان کے مفاسد کو بیان کرنا ہے، بتوں کا ذکر اس وجہ سے ساتھ ملایا گیا کہ سننے والے سمجھ لیں کہ شراب اور جوئے کا معاملہ ایسا سخت جرم ہے، جیسے بت پرستی، ''ازلام'' زلم کی جمع ہے، ازلام ان تیروں کو کہا جاتا ہے جن پر قرعہ اندازی کر کے عرب میں جوا کھیلنے کی رسم جاری تھی، جس کی صورت یہ تھی کہ دس آدمی شریک ہو کر ایک اونٹ ذبح کرتے تھے، پھر اس کا گوشت تقسیم کرنے کے لئے بجائے اس کے کہ اس کے حصے برابر تقسیم کرتے، اس میں اس طرح جوا کھیلتے کہ دس عدد تیروں میں سے سات تیروں پر کچھ مقررہ حصوں کے نشانات بنا کر رکھتے، کسی پر ایک، کسی پر دو، کسی پر تین، اور تین تیروں کو سادہ رکھتے تھے، ان تمام تیروں کو ترکش میں ڈال کر ہلاتے تھے، پھر ایک ایک شریک کے لئے ایک ایک تیر ترکش سے نکالتے تھے، اور جتنے حصوں کا تیر کسی کے نام پر نکل آئے، وہ ان حصوں کا مستحق سمجھا جاتا تھا، اور جس کے نام پر سادہ تیر نکل آئے، وہ حصہ سے محروم رہتا تھا، جیسے آج کل بہت سی سکیمیں اور لاٹری کے طریقے بازاروں میں جاری ہیں، اس طرح کی قرعہ اندازی قمار اور جوا ہے، جو از روئے قرآن حرام ہے۔

اس آیت میں شراب اور جوئے کو حرام قرار دے کر اس کی روحانی اور معنوی خرابیوں بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے ''رجس من عمل الشیطان'' کہ یہ چیزیں فطرتِ سلیم کے نزدیک گندی، قابلِ نفرت اور شیطانی جال ہیں، جن میں پھنس جانے کے بعد انسان بے شمار مفاسد اور مہلک خرابیوں کے گڑھے میں جا گرتا ہے۔

اس کے بعد دوسری آیت میں شراب اور جوئے کی دنیوی اور ظاہری خرابیاں اور مفاسد کا بیان اس طرح کیا گیا ہے:

اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ (سورۃ المائدۃ، آیت ۹۱)

شیطان یہ چاہتا ہے کہ تمہیں شراب اور جوئے میں مبتلا کر کے تمہارے درمیان بغض وعداوت کی بنیادیں ڈال دے۔

ان آیات کا نزول بھی کچھ ایسے ہی واقعات کے بارے میں ہوا کہ شراب کے نشے میں ایسی حرکات صادر ہوئیں جو باہمی غیظ وغضب اور پھر جنگ وجدل کا سبب بن گئیں، اور یہ کوئی اتفاقی حادثہ نہیں تھا، بلکہ شراب کے نشے جب آدمی عقل کھو بیٹھتا ہے، تو اس سے ایسی حرکات کا صدور لازمی جیسا ہو جاتا ہے، اسی طرح جوئے کا معاملہ ہے کہ ہارنے والا اگرچہ اپنی ہار مان کر اس وقت نقصان اٹھا لیتا ہے، مگر اپنے حریف

پر غیظ وغضب اور بغض وعداوت اس کے لازمی اثرات میں سے ہے۔

حضرت قتادہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ بعض عرب کی عادت تھی کہ جوئے میں اپنا اہل وعیال ومال وسامان سب کو ہرا کر انتہائی رنج وغم کی زندگی گزارتے تھے۔

آخر آیت میں ان چیزوں کی ایک اور خرابی ان الفاظ میں ارشاد فرمائی گئی ہے:

وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ (سورة المائدة، آیت ۹۱)

اور یہ چیزیں تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے غافل کر دیتی ہیں۔

یہ خرابی بظاہر روحانی اور اخروی ہے، جس کو دنیاوی خرابی کے بعد دوبارہ ذکر کرنے کا مقصد اس بات کی طرف اشارہ ہوسکتا ہے کہ اصل فکر اس زندگی کی ہونی چاہئے جو ہمیشہ رہنے والی ہے، اور عقلمند کے نزدیک اسی کی خوبی مطلوب ہونی چاہئے، اور اس کی خرابی سے ڈرنا چاہئے، دنیا کی چندروزہ زندگی کی خوبی نہ کوئی قابلِ فخر چیز ہے، نہ خرابی زیادہ قابلِ رنج وغم ہے، کیونکہ اس کی دونوں حالتیں ختم ہوجانے والی ہیں۔

اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ذکر اللہ اور نماز سے غفلت دنیا وآخرت اور جسم وروح دونوں کے لئے مضر ہے۔ آخرت کے لئے مضر ہونا تو ظاہر ہے کہ اللہ سے غافل، بے نماز کی آخرت تباہ اور روح مردہ ہے، اور ذرا غور سے دیکھا جائے، تو اللہ سے غافل کی دنیا بھی وبالِ جان بن جاتی ہے، کیونکہ جب اللہ سے غافل ہوکر اس کا انتہائی مقصود مال ودولت اور عزت وجاہ ہوجائے تو وہ اتنے بکھیڑے اپنے ساتھ لاتے ہیں کہ وہ خود ایک غم ہوتے ہیں، جس میں مبتلا ہوکر انسان اپنے مقصود المقاصد یعنی راحت وآرام اور اطمینان وسکون سے محروم ہوجاتا ہے، اور ان اسبابِ راحت میں ایسا مست ہوجاتا ہے کہ خود راحت کو بھی بھول جاتا ہے، اور اگر کسی وقت یہ مال ودولت یا عزت وجاہ جاتے رہیں، یا ان میں کمی آجائے، تو ان کے رنج وغم کی انتہاء نہیں رہتی، غرض یہ خالص دنیادار انسان ان دونوں حالتوں میں رنج وفکر اور غم واندوہ میں گھرا رہتا ہے، بخلاف اس شخص کے جس کا دل اللہ کی یاد سے روشن اور نورِ نماز سے منور ہے، دنیا کے مال ومتاع اور جاہ ومنصب اس کے قدموں پر گرتے ہیں، اور اس کو صحیح راحت وآرام پہنچاتے ہیں، اور اگر یہ چیزیں جاتی رہیں، تو ان کے قلوب اس سے متاثر نہیں ہوتے۔

خلاصہ یہ کہ ذکر اللہ اور نماز سے غفلت اگر غور سے دیکھا جائے، تو اخروی اور دنیاوی دونوں طرح کی خرابی ہے، اس لئے ممکن ہے کہ (رجس من عمل الشیطان) سے خالص اخروی اور روحانی مضرت کا بیان مقصود ہو، اور (یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء) سے خالص دنیوی اور جسمانی خرابی ہونا ہو، اور (یصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلاۃ) سے دین ودنیا کی مشترک تباہی وبربادی ذکر کرنا مقصود ہو (معارف القرآن ج ۳ ص ۲۲۶ تا ۲۲۹)

مقالات ومضامین

مفتی محمد رضوان

تداعی کے ساتھ جماعتی ذکر (قسط۸)

(چند شبہات کا ازالہ)

حضرت سعد بن معاذ کی قبر پر تسبیح وتکبیر کا واقعہ

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا إِلٰى سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ حِيْنَ تُوُفِّيَ، قَالَ :فَلَمَّا صَلّٰى عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوُضِعَ فِيْ قَبْرِهٖ وَسُوِّيَ عَلَيْهِ، سَبَّحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَبَّحْنَا طَوِيْلًا، ثُمَّ كَبَّرَ فَكَبَّرْنَا، فَقِيْلَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، لِمَ سَبَّحْتَ؟ ثُمَّ كَبَّرْتَ؟ قَالَ : لَقَدْ تَضَايَقَ عَلٰى هٰذَا الْعَبْدِ الصَّالِحِ قَبْرُهٗ حَتّٰى فَرَّجَهُ اللّٰهُ عَنْهُ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ۱۴۸۷۳) [۱]

ترجمہ: ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت نکلے، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر نمازِ جنازہ پڑھا دی، اور ان کو قبر میں رکھ دیا گیا، اور ان کی قبر کی مٹی درست کردی گئی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تسبیح پڑھی، پھر ہم نے بھی دیر تک تسبیح پڑھی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر پڑھی، پھر ہم نے بھی تکبیر پڑھی، پھر عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ نے تسبیح اور پھر تکبیر کیوں پڑھی؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نیک بندے پر ان کی قبر تنگ ہوگئی تھی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کشادہ فرما دیا (ترجمہ ختم)

اس حدیث سے مروجہ اجتماعی مجالسِ ذکر کے بعض مدعی حضرات نے یہ دلیل پکڑی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

---

[۱] فی حاشية مسند احمد: إسناده حسن.

وقال الهيثمي: رواه أحمد، والطبراني في الكبير، وفيه محمود بن محمد بن عبد الرحمن بن عمرو بن الجموح قال الحسيني :فيه نظر .قلت :ولم أجد من ذكره غيره (مجمع الزوائد، باب في ضغطة القبر)

Idara Ghufran

علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کو اپنے ساتھ ملا کر ذکر کروایا ہے، جس سے مروجہ اجتماعی مجالسِ ذکر کا ثبوت ہوتا ہے۔

مگر یہ استدلال درست نہیں ہے، بلکہ غلط فہمی پر مبنی ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور روحی کے قبر کی تنگی کا مشاہدہ ہوگیا تھا، جس پر آپ نے بطور تعجب یا بطور تنزیہہ کے تسبیح کہی۔

اور جب قبر کی تنگی کو اللہ تعالیٰ نے کشادگی سے تبدیل فرمادیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی بڑائی و کبریائی کا اظہار فرمایا۔

اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے تسبیح اور تکبیر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی۔

نہ تو یہاں ذکر کے لئے تداعی کے ساتھ اجتماع ہوا تھا، بلکہ تدفین کے لئے اجتماع تھا، اور نہ ہی اس ذکر کا مقصد اجتماعی ذکر تھا، اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کو اپنے ساتھ ذکر کا حکم فرمایا تھا، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خاص وجہ سے تسبیح و تکبیر پڑھی، اگر عام حالات میں اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کے اجتماعی ذکر کا معمول ہوتا، تو صحابۂ کرام کا اس پر سوال کرنے کا کیا مطلب تھا؟ اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کے جواب میں ایک خاص سبب کو بیان کرنے کے کیا معنیٰ تھے؟

بلکہ اس سوال و جواب سے تو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام میں اس طرح کا اجتماعی ذکر رائج نہ تھا۔

پھر اس سے مروجہ اجتماعی مجالسِ ذکر کا ثبوت کیونکر ہوسکتا ہے؟ بلکہ خود یہ حدیث مروَّجہ ذکر کا طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں رائج نہ ہونے کی دلیل ہے۔ خوب سمجھ لینا چاہئے۔ [۲]

---

[۲] (عن جابر قال :خرجنا مع رسول الله -صلى الله عليه وسلم -إلى سعد بن معاذ) ، أى :جنازته، وهو سيد الأوس من الأنصار، أسلم بالمدينة بين العقبة الأولى والثانية، وأسلم بإسلامه بنو عبد الأشهل، ودارهم أول دار أسلمت من الأنصار، وسماه رسول الله -صلى الله عليه وسلم -سيد الأنصار، وكان مقدما مطاعا شريفا فى قومه، من أجلة الصحابة وأكابرهم، شهد بدرا وأحدا، وثبت مع النبى -صلى الله عليه وسلم -يومئذ، ورمى يوم الخندق فى أكحله فلم يرق الدم حتى مات بعد شهر، وذلك فى ذى القعدة الحرام سنة خمس، وهو ابن سبع وثلاثين سنة، ودفن بالبقيع، روى عنه نفر من الصحابة (حين توفى) : بضمتين، وحكى بفتحهما وهو قراءة شاذة أى مات (فلما صلى عليه رسول الله -صلى الله عليه وسلم -ووضع فى قبره وسوى عليه) ، أى :التراب ودفن والفعلان مجهولان (سبح رسول الله -صلى الله عليه وسلم -) : ولعل التسبيح كان للتعجب أو للتنزيه لإرادة تنزيهه تعالى أن يظلم أحدا، ثم رأيت ابن حجر قال : ومناسبة تسبيحه لمشاهدة التضييق على هذا العبد الصالح ظاهرة، إذ بشهود ذلك يستحضر الإنسان مقام جلال الله وعظمته، وأنه يفعل ما يشاء بمن يشاء ، وهذا المقام يناسبه التنزيه لأنه مقام العزة الكبرى المقتضية لذلك التنزه فتأمل .(فسبحنا) ، أى :تبعا له (طويلا) : قيد للفعلين أى زمانا طويلا) أو تسبيحا طويلا يعنى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نبی علیہ السلام کا توحید کی گواہی پر بشارت سنانا

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ:

كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ " :هَلْ فِيكُمْ غَرِيبٌ ؟ "يَعْنِي أَهْلَ الْكِتَابِ .فَقُلْنَا :لَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ .فَأَمَرَ بِغَلْقِ الْبَابِ، وَقَالَ " :ارْفَعُوا أَيْدِيَكُمْ، وَقُولُوا :لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ "فَرَفَعْنَا أَيْدِيَنَا سَاعَةً، ثُمَّ وَضَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ، ثُمَّ قَالَ " :اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، اَللّٰهُمَّ بَعَثْتَنِي بِهٰذِهِ الْكَلِمَةِ، وَأَمَرْتَنِي بِهَا، وَوَعَدْتَنِي عَلَيْهَا الْجَنَّةَ، وَإِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ "ثُمَّ قَالَ ": أَبْشِرُوا، فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ غَفَرَ لَكُمْ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ۱۷۱۲۱) [1]

ترجمہ: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم میں کوئی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

كثيرا (ثم كبر) : ولعل التكبير كان بعد التفريج (فكبرنا) ، أى :عقيب تكبيره اقتداء به .قال ابن حجر :ولم يقل طويلا إما للاكتفاء بذكره أولا :أو لأنه هنا لم يطل لأنه إنما كبر عند وقوع التفريج عن سعد، وهذا هو الظاهر لأن التكبير يغلب ذكره عند مشاهدة الأمر الباهر .(فقيل :يا رسول الله :لم سبحت ثم كبرت؟) : أى مع أن المقام لا يستدعى ذلك (ولقد تضايق على هذا العبد الصالح قبره) : هذا إشارة إلى كمال تمييزه ورفع منزلته، ثم وصفه بالعبد ونعته بالصلاح لمزيد التخويف والحث على الالتجاء إلى الله سبحانه من هذا المنزل الفظيع، أى :إذا كان حاله كذا فما حال غيره؟ (حتى فرجه الله) : بالتشديد ويخفف، أى :مازلت واقفا للتسبيح حتى فرجه الله أى كشفه وأزاله (عنه) : قال الطيبى :وحتى متعلقة بمحذوف، أى :مازلت أكبر وتكبرون وأسبح وتسبحون حتى فرجه الله اهـ .والأنسب تقديم التسبيح والتكبير على هذا لإطفاء الغضب الإلهى، ولهذا ورد استحباب التكبير عند رؤية التحريق، والله أعلم(مرقاة المفاتيح،باب إثبات عذاب القبر)

[1] فى حاشية مسند احمد:

إسناده ضعيف، لضعف راشد بن داود -وهو الصنعانى الدمشقى -وبقية رجاله ثقات
وأخرجه البزار ۱۰ . زوائد "، والدولابى فى "الكنى ۱/۱۹۳ والحاكم ۱/۵۰۱ ، من طرق عن إسماعيل بن عياش، بهذا الإسناد .وأخرجه الطبرانى فى "الكبير ۷۱۶۳ "، وفى "مسند الشاميين ۱۱۰۴ " من طريق عبد الملك بن محمد الصنعانى، عن راشد بن داود، به.
وأورده الهيثمى فى "مجمع الزوائد "فى موضعين ۱۹ -۱/۱۸، و۸۱/۱۰، وقال فى الموضع الثانى :رواه أحمد، وفيه راشد بن داود، وقد وثقه غير واحد، وفيه ضعف، وبقية رجاله ثقات .
قلنا :ولم يشر فى الموضع الأول إلى ضعف راشد بن داود، ونسبه إلى أحمد والطبرانى والبزار.

اجنبی یعنی اہلِ کتاب ہے؟ تو ہم نے کہا کہ اے اللہ رسول! کوئی اہلِ کتاب نہیں ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دروازہ بند کرنے کا حکم فرمایا، اور فرمایا کہ تم اپنے ہاتھ اٹھاؤ، اور لا الٰہ الا اللہ کہو، پھر ہم نے کچھ دیر کے لئے اپنے ہاتھ اٹھائے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ نیچے کرلیا، پھر فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، اے اللہ! آپ نے مجھے اس کلمہ کے ساتھ بھیجا، اور اس کا مجھے حکم فرمایا، اور مجھ سے اس پر جنت کا وعدہ فرمایا، اور آپ وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم خوشخبری حاصل کرو، بے شک اللہ عزوجل نے تمہاری مغفرت فرمادی (ترجمہ ختم)

بعض حضرات نے اس حدیث سے مروجہ اجتماعی مجالسِ ذکر پر استدلال کیا ہے، اور اسی کے ساتھ یہ بھی دلیل پکڑی کہ اجتماعی ذکر کے وقت دروازے بھی بند کرلینا چاہئے۔

مگر یہ استدلال درست نہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درحقیقت توحید کی گواہی دلوائی اور اسی گواہی کے لئے ہاتھ اُٹھوائے، اور اسی کی فضیلت بیان فرمائی، اور دروازہ بند فرمانے کا مقصد یہ تھا، تاکہ اس کی فضیلت کا انطباق صرف مسلمانوں پر ہوسکے، اس میں دروازہ بند کراکر ذکر کرانا مقصد نہیں تھا، ورنہ بار بار کلمہ پڑھتے رہنے اور ذکر کرتے رہنے کا تذکرہ ہوتا۔

یہی وجہ ہے کہ اس حدیث کو بعض محدثین نے کتاب الایمان، اور لا الٰہ الا اللہ کی گواہی کے باب میں، اور بعض محدثین نے مغفرت اور توحید کے اسباب میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔ [۱]

اور حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب مدظلہٗ اس حدیث کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ:

''اس حدیث سے اجتماعی ذکر پر استدلال صحیح نہیں کیونکہ اس واقعہ میں محض ذکر کرانا مقصود نہیں بلکہ ہاتھ اٹھوانا اس پر دلیل ہے کہ شہادت و گواہی کے طور پر کلمہ کہلوایا گیا گویا تجدیدِ ایمان کرائی گئی اور اس گواہی پر آپ نے ان کو بشارت سنائی'' (فقہی مضامین باب نمبر۱۰ صفحہ۴۴ اور مروّجہ مجالسِ ذکر و درود کی شرعی حیثیت صفحہ۲۵)

---

[۱] (ملاحظہ ھو: مجمع الزوائد، ج ۱ ص ۱۸، کتاب الإیمان، باب فیمن شھد أن لا إله إلا الله)
السبب الثالث من أسباب المغفرة :التوحیدُ ، وھو السببُ الأعظم ، فمن فقده ، فَقَدَ المغفرة ، ومن جاء به ، فقد أتی بأعظم أسباب المغفرة(جامع العلوم والحکم لابن رجب الحنبلی، الحدیث الثانی والاربعون، ج ۲ ص ۴۱۶)

Idara Ghufran

Idara Ghufran

Idara Ghufran

Idara Ghufran

بسلسلہ: تاریخی معلومات ⌛ مولانا طارق محمود

ماہِ رجب: پانچویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

□......ماہِ رجب ۴۵۱ھ: میں حضرت ابواسحاق ابراہیم بن عباس جیلی شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا،
(سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص ۷۲)

□......ماہِ رجب ۴۵۱ھ: میں حضرت ابومنصور یوسف بن ہلال بن بیہ رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔
(تاریخِ بغداد ج۱۴ ص ۳۲۹)

□......ماہِ رجب ۴۵۱ھ: میں حضرت خدیجہ بنت محمد بن علی بن عبداللہ رحمہا اللہ کا انتقال ہوا۔
(تاریخِ بغداد ج۱۴ ص۴۴۷)

□......ماہِ رجب ۴۵۲ھ: میں حضرت ابوالحسن احمد بن حسین بن عبداللہ بن حسن بن محمد بن عبدالملک تمیمی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۴ ص ۳۳۴)

□......ماہِ رجب ۴۶۲ھ: میں حضرت ابوغالب محمد بن احمد بن سہل بن بشران واسطی لغوی حنفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص ۲۳۶)

□......ماہِ رجب ۴۶۳ھ: میں حضرت ابوالولید احمد بن عبداللہ بن احمد بن غالب بن زیدون مخزومی قرشی اندلسی رحمہم اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص ۲۴۱)

□......ماہِ رجب ۴۶۳ھ: میں حضرت ابوعلی محمد بن وشاح بن عبداللہ رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔
(تاریخِ بغداد ج۴ ص۱۰۷)

□......ماہِ رجب ۴۶۳ھ: میں حضرت ابوحامد احمد بن حسن بن محمد بن حسن بن ازہر ازہری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص ۲۵۴)

□......ماہِ رجب ۴۶۸ھ: میں حضرت ابوبکر مکی بن جابار دینوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔
(سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص ۴۱۳)

□......ماہِ رجب ۴۶۸ھ: میں حضرت ابوالقاسم علی بن عبدالرحمٰن بن حسن بن علیک نیشاپوری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص ۳۰۰)

□......ماہِ رجب ۴۷۰ھ: میں حضرت ابوالحسین احمد بن محمد بن احمد بن عبداللہ بن نقور بغدادی بزاز رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص ۳۷۴)

Idara Ghufran

□......ماہِ رجب ۴۷۱ھ: میں حضرت ابوعلی حسن بن احمد بن عبداللہ بن بناء بغدادی حنبلی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۸ ص ۳۸۲)

□......ماہِ رجب ۴۷۱ھ: میں حضرت ابوالقاسم عبدالعزیز بن علی بن احمد بن حسین بغدادی انماطی عتابی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج ۱۸ ص ۳۹۶)

□......ماہِ رجب ۴۷۴ھ: میں حضرت ابوبکر محمد بن ابوزکریا یحییٰ بن ابراہیم بن محمد بن یحییٰ بن سختویہ مزکی نیشاپوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۸ ص ۴۰۰)

□......ماہِ رجب ۴۷۴ھ: میں حضرت ابوبکر احمد بن ہبۃ اللہ بن محمد بن یوسف بن صدقہ رجبی دباس رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۸ ص ۵۴۸)

□......ماہِ رجب ۴۷۸ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن علی بن محمد بن حسن بن عبدالوہاب بن حسویہ دامغانی حنفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۸ ص ۴۸۷)

□......ماہِ رجب ۴۸۴ھ: میں حضرت ابوبکر محمد بن عبداللہ بن حسین ناصحی نیشاپوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۹ ص ۲۰)

□......ماہِ رجب ۴۸۸ھ: میں حضرت ابوالفضل احمد بن حسن بن احمد بن خیرون بغدادی مقری ابن الباقلانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۹ ص ۱۰۸، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۴۴۴)

□......ماہِ رجب ۴۸۹ھ: میں حضرت ابوعبداللہ قاسم بن فضل بن احمد بن احمد بن محمود ثقفی اصبہانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج ۱۹ ص ۱۱)

□......ماہِ رجب ۴۹۱ھ: میں حضرت ابوالفتح عبدالواحد بن علوان بن عقیل بن قیس شیبانی بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۹ ص ۱۲۸)

□......ماہِ رجب ۴۹۴ھ: میں حضرت ابوالعلاء صاعد بن سیار بن یحییٰ بن محمد بن ادریس کنانی ہروی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج ۱۹ ص ۱۸۳)

□......ماہِ رجب ۴۹۷ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن فرج قرطبی مالکی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۹ ص ۲۰۱)

□......ماہِ رجب ۴۹۷ھ: میں حضرت ابوالمطرف عبدالرحیم بن قاسم شعبی مالقی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج ۱۹ ص ۲۲۷)

بسلسلہ: آدابُ المعاشرت

مفتی محمد رضوان

رشتہ داروں کی زیارت وملاقات کے ذریعہ سے صلہ رحمی

رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے کے طریقوں میں رشتہ داروں سے شرعی اصولوں کے مطابق وقتاً فوقتاً ملاقات وزیارت بھی داخل ہے، کیونکہ کسی بھی مومن سے اللہ کی رضا کے لئے ملاقات اوراس کی زیارت کرنا عظیم الشان اجروثواب کا باعث ہے۔ پھر رشتہ داروں سے کیونکر اجروثواب کا باعث نہیں ہوگا؟

لیکن ملاقات وزیارت کے بارے میں شریعت کی تعلیم یہ ہے کہ اس میں اخلاص ہو اور اعتدال رکھا جائے، اور غلو نہ کیا جائے، اوراس کے نتیجہ میں دوسرے کی طرف سے پیش آنے والی طبیعت کے خلاف اور ناگوار باتوں پر صبر کیا جائے۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

أَنَّ رَجُلًا زَارَ أَخًا لَهُ فِيْ قَرْيَةٍ أُخْرٰى، فَأَرْصَدَ اللّٰهُ لَهُ، عَلٰى مَدْرَجَتِهٖ، مَلَكًا فَلَمَّا أَتٰى عَلَيْهِ، قَالَ: أَيْنَ تُرِيْدُ؟ قَالَ: أُرِيْدُ أَخًا لِيْ فِيْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ، قَالَ: هَلْ لَّکَ عَلَيْهِ مِنْ نِعْمَةٍ تَرُبُّهَا؟ قَالَ: لَا، غَيْرَ أَنِّيْ أَحْبَبْتُهُ فِي اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، قَالَ: فَإِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلَيْکَ، بِأَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَحَبَّکَ كَمَا أَحْبَبْتَهُ فِيْهِ (مسلم، رقم الحديث ٢٥٦٧)

ترجمہ: ایک آدمی کسی دوسری بستی میں اپنے بھائی کی زیارت کے لئے گیا، تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے آگے ایک فرشتہ کو بھیجا، جب وہ شخص فرشتہ کے پاس آیا، تو فرشتے نے کہا کہ آپ کہاں جانا چاہتے ہیں؟ تو اس نے کہا کہ میں اس بستی میں اپنے بھائی کے پاس جانا چاہتا ہوں، فرشتے نے کہا کہ کیا آپ کا اس پر کوئی احسان ہے، جس کا آپ بدلہ چاہتے ہو؟ تو اس نے کہا کہ نہیں، سوائے اس کے کہ میں اس سے اللہ عزوجل کے لئے محبت رکھتا ہوں، اس فرشتے نے کہا کہ میں آپ کی طرف اللہ کا قاصد بن کر آیا ہوں، بے شک اللہ تعالیٰ آپ سے اسی طرح محبت فرماتے ہیں، جس طرح آپ اپنے بھائی سے (مخلصانہ اور بے غرض) محبت کرتے ہو (ترجمہ ختم)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ أَتٰى أَخًا لَهُ يَزُوْرُهُ فِي اللّٰهِ إِلَّا نَادَاهُ مُنَادٍ مِّنَ السَّمَاءِ: أَنْ طِبْتَ، وَطَابَتْ لَكَ الْجَنَّةُ، وَإِلَّا قَالَ اللّٰهُ فِيْ مَلَكُوْتِ عَرْشِهٖ: زَارَ فِيَّ وَعَلَيَّ قِرَاهُ، فَلَمْ أَرْضَ لَهُ بِقِرًى دُوْنَ الْجَنَّةِ (مسند ابی یعلیٰ الموصلی، رقم الحدیث ۴۱۴۰، واللفظ لہٗ، مسند البزار، رقم الحدیث ۶۴۶۶، حلیۃ الاولیاء، ج۳ص۱۰۷) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان بندہ بھی اپنے بھائی کی اللہ کی رضا کی خاطر زیارت کرنے کے لئے آتا ہے، تو آسمان سے ندا دینے والا یہ ندا دیتا ہے کہ تو خوش نصیب ہے، اور تجھ کو جنت پسند کرتی ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ میری رضا کے لئے اس نے زیارت کی ہے، اور میرے ذمہ ہی اس کا ٹھکانہ ہے، اور میں اس کے لئے جنت کے علاوہ کسی ٹھکانے کو پسند نہیں کرتا (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ عَادَ مَرِيْضًا أَوْ زَارَ أَخًا لَهُ فِي اللّٰهِ نَادَاهُ مُنَادٍ أَنْ طِبْتَ وَطَابَ مَمْشَاكَ وَتَبَوَّأْتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا (ترمذی، رقم الحدیث ۲۰۰۸) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مریض کی عیادت یا اپنے بھائی کی زیارت اللہ کی رضا کے لئے کی، تو اس کو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) ایک ندا دینے والا کہتا ہے کہ تو خوش نصیب ہے، اور تیرا چلنا بھی خوش نصیب ہے، اور تو نے جنت میں اپنے لئے منزل تیار کر لی ہے (ترجمہ ختم)

---

[1] قال المنذری: رواہ البزار وأبو یعلی بإسناد جید (الترغیب والترھیب، ج۳ص۲۴۷، کتاب البر والصلة وغیرھما، الترغیب فی زیارة الإخوان والصالحین وما جاء فی إکرام الزائرین)
وقال الھیثمی: رواہ البزار وأبو یعلی، ورجال أبی یعلی رجال الصحیح غیر میمون بن عجلان، وھو ثقة (مجمع الزوائد، ج۸ص۱۷۳)

[2] قال المنذری: رواہ ابن ماجه والترمذی واللفظ له وقال حدیث حسن وابن حبان فی صحیحه کلھم من طریق أبی سنان عن عثمان بن أبی سودة عنه (الترغیب والترھیب، ج۳ص۲۴۷، کتاب البر والصلة وغیرھما، الترغیب فی زیارة الإخوان والصالحین وما جاء فی إکرام الزائرین)

اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

حَقَّتْ مَحَبَّتِيْ لِلْمُتَحَابِّيْنَ فِيَّ، وَحَقَّتْ مَحَبَّتِيْ لِلْمُتَزَاوِرِيْنَ فِيَّ، وَحَقَّتْ مَحَبَّتِيْ لِلْمُتَبَاذِلِيْنَ فِيَّ، وَحَقَّتْ مَحَبَّتِيْ لِلْمُتَصَافِيْنَ فِيَّ الْمُتَوَاصِلِيْنَ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۲۰۰۲ ،باسناد صحيح)

ترجمہ: میری محبت ان لوگوں کے لئے ثابت ہوچکی ہے، جوصرف میری وجہ (یعنی میرے حکم) سے ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں، اور میری محبت ان لوگوں کے لئے ثابت ہوچکی ہے، جوصرف میری وجہ (یعنی میرے حکم) سے ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں، اور میری محبت ان لوگوں کے لئے ثابت ہوچکی ہے، جوصرف میری وجہ (یعنی میرے حکم) سے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں، اور میری محبت ان لوگوں کے لئے ثابت ہوچکی ہے، جوصرف میری وجہ (یعنی میرے حکم) سے ایک دوسرے سے صلہ وجوڑ رکھتے ہیں (ترجمہ ختم)

ان احادیث سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق اپنے مسلمان بھائی کی زیارت وملاقات کرنے کی عظیم الشان فضیلت معلوم ہوئی۔

اور جب عام مسلمان کی زیارت وملاقات کرنے کی یہ فضیلت ہے، تو مسلمان رشتہ دار سے تو دو نسبتیں قائم ہوتی ہیں، ایک مسلمان ہونے کی، اور ایک رشتہ دار ہونے کی، اس لئے رشتہ داروں سے ملاقات وزیارت کی فضیلت اس سے کم نہ ہوگی، بلکہ اس سے بھی زیادہ ہوگی، بشرطیکہ اخلاص کے ساتھ ہو، اور کوئی غرضِ فاسد نہ ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: زُرْ غِبًّا، تَزْدَدْ حُبًّا (المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۱۷۳ ،امثال الحديث لابی الشيخ الاصبهانی، حديث نمبر ۱۸ ،الفوائد المنتقاة عن الشيخ العوالی لعلی بن عمر الحربی، رقم الحديث ۱۰۹ ،فوائد تمام ،حديث نمبر ۲۱۶) [1]

---

[1] قال الهيثمي: رواه الطبراني وإسناده حسن، والله أعلم (مجمع الزوائد ج۸ص ۱۷۵)

وقال المنذری: رواه الطبرانی ورواه البزار من حديث أبي هريرة ثم قال لا يعلم فيه حديث صحيح. قال الحافظ وهذا الحديث قد روی عن جماعة من الصحابة وقد اعتنی غير واحد من الحفاظ بجميع طرقه والكلام عليه ولم أقف له على طريق صحيح كما قال البزار بل له أسانيد حسان عند الطبرانی وغيره وقد ذكرت كثيرا منها فی غير هذا الكتاب والله أعلم (الترغيب والترهيب، ج۳ص ۲۴۸، ۲۴۹، كتاب البر والصلة وغيرهما)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کبھی کبھی زیارت کیا کرو، اس سے محبت میں اضافہ ہوگا (ترجمہ ختم)

اسی قسم کی حدیث حضرت حبیب بن مسلمہ، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابنِ عمر، حضرت ابوذر، حضرت جابر، حضرت علی، حضرت عائشہ اور حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہم کی سند سے بھی مروی ہے۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ ملاقات وزیارت میں اعتدال کو اختیار کرنا چاہئے، اور اس میں زیادتی اور غلو نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ زیادتی اور غلو سے کئی مفاسد پیدا ہوتے ہیں، اور بعض اوقات بار بار کی ملاقات سے دوسرا بھی تنگ پڑ جاتا ہے۔

---

[1] عن حبیب بن مسلمة قال قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :زُرْ غِبًّا تَزْدَدْ حُبًّا(المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۳۵۳۵،مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۵۴۷۷)

قال الهیثمی:رواه الطبرانی فی الثلاثة، وفیه محمد بن مخلد الرعینی، وهو ضعیف(مجمع الزوائد ، ج۸ص۱۷۵)

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ، قَالَ :قَالَ لِی رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، زُرْ غِبًّا تَزْدَدْ حُبًّا " طَلْحَةُ بْنُ عَمْرٍو غَيْرُ قَوِيٍّ، وَقَدْ رُوِیَ هَذَا الْحَدِيثُ بِأَسَانِيدَ هَذَا أَمْثَلُهَا.

وَقَدْ رُوِیَ فِی بَعْضِ هَذِهِ الْأَسَانِيدِ :قَالَ لَهُ " :أَيْنَ كُنْتَ أَمْسِ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟ "قَالَ :زُرْتُ نَاسًا مِنْ أَهْلِی، فَقَالَ " :يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، زُرْ غِبًّا تَزْدَدْ حُبًّا(شعب الإیمان، رقم الحدیث ۸۰۱۵)

عنِ ابْنِ عُمَر قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زُرْ غُبًّا تَزْدَدَ حُبًّا(الکامل فی ضعفاء الرجال، ج۴ص۶۳)

قال الهیثمی:رواه الطبرانی فی الأوسط، وفیه ابن لهیعة وحدیثه حسن، وبقیة رجاله ثقات(مجمع الزوائد ج۸ص۱۷۵)

عَنْ أَبِی ذَرٍّ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :يَا أَبَا ذَرٍّ، زُرْ غِبًّا تَزْدَدْ حُبًّا (شعب الإیمان،رقم الحدیث ۸۰۰۷، مسند البزار، رقم الحدیث ۳۹۶۳،امثال الحدیث لابی الشیخ الاصبهانی، حدیث نمبر ۱۹، الضعفاء الکبیر للعقیلی، حدیث نمبر ۱۲۱۷)

عن جابر ، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : یا جابر ، زر غبا تزدد حبا(اخبارِ اصبهان ،حدیث نمبر ۴۸۶)

عن علی ، رضی الله عنه ، عن النبی صلى الله عليه وسلم قال : زر غبا تزدد حبا (امثال الحدیث لابی الشیخ الاصبهانی، حدیث نمبر ۱۴ ،الفوائد المنتقاه عن الشیوخ العوالی لعلی بن عمر الحربی، حدیث نمبر ۱۱۱)

عن عائشة قالت : زر غبا ، تزدد حبا (معجم ابن المقری، حدیث نمبر ۹۷۶)

عن بهز بن حکیم ، عن أبیه ، عن جده ، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : زر غبا، تزدد حبا (فوائد تمام،حدیث نمبر ۱۰۱۰)

ہاں اگر کسی کا دوسرے ایسا تعلق ہو کہ اس کو ناگوار نہ گزرتا ہو، اور کثرت سے زیارت وملاقات کے نتیجہ میں محبت میں کمی بھی نہ آتی ہو، تو کوئی حرج نہیں۔ [1]

اور جب کسی سے ملنا جلنا ہوتا ہے، تو خلافِ طبیعت باتوں کا بھی سامنا ہوتا ہے، ان کو برداشت کرنا بھی صلہ رحمی کا حصہ اور عظیم ثواب کا باعث ہے۔

چنانچہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْمُؤْمِنُ الَّذِیْ يُخَالِطُ النَّاسَ، وَيَصْبِرُ عَلٰى أَذَاهُمْ، أَعْظَمُ أَجْرًا مِّنَ الْمُؤْمِنِ الَّذِیْ لَا يُخَالِطُ النَّاسَ، وَلَا يَصْبِرُ عَلٰى أَذَاهُمْ (سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ۴۰۳۲، واللفظ لهٗ، مسند احمد، رقم الحديث ۵۰۲۲، المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۱۳۷۶۶، سنن البيهقی، رقم الحديث ۲۰۱۷۴) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ مومن جو لوگوں سے میل جول رکھتا ہے، اور ان کی تکلیفوں پر صبر کرتا ہے، اُس کا اجر اس مومن سے زیادہ ہے کہ جو لوگوں سے میل جول نہیں رکھتا، اور ان کی تکلیفوں پر صبر نہیں کرتا (ترجمہ ختم)

ان احادیث کے پیشِ نظر رشتہ داروں سے کبھی کبھی ملاقات اور ان کی زیارت وخبر گیری کرنی چاہئے۔ مگر اس کے لئے کوئی حد بندی نہیں کہ کتنی ملاقات کرے۔

اس سلسلہ میں قریب اور دور کے اور ضرورت وغیر ضرورت مند رشتہ داروں میں فرق ہوسکتا ہے، اسی لئے فقہائے کرام نے فرمایا کہ عام حالات میں رشتہ داروں بالخصوص والدین سے ہفتہ میں ایک مرتبہ اور اس میں بھی جمعہ کا دن ہونا بہتر ہے، ملاقات کرنی مناسب ہے، یا مہینہ میں ایک مرتبہ، اور عام رشتہ داروں

---

[1] فالغب فی كل شیء بحسبه، وهو يختلف باختلاف الأفعال والأشخاص كما ورد من طرق كثيرة :زر غبا تزدد حبا .قال فی النهاية :الغب من أوراد الإبل أن تورد الإبل يوما وتدعه يوما، ثم تعود فنقل إلى الزيارة أن جاء بعد أيام يقال :غب الرجل إذا جاء زائرا بعد أيام(مرقاة المفاتيح، ج۷ص ۸۲۲۶، باب الترجل)

قلت ولا منافاة بين هذا الحديث وحديث الباب لأن عمومه يقبل التخصيص فيحمل على من ليست له خصوصية ومودة ثابتة فلا ينقص كثرة زيارته من منزلته قال بن بطال الصديق الملاطف لا يزيده كثرة الزيارة إلا محبة بخلاف غيره(فتح البارى لابنِ حجر، ج۱۰ ص ۴۹۹، باب الزيارة)

قوله زر غبا تزدد حبا مخصوص بمن يزور لطمع وأن النهی عن كثرة مخالطة الناس مخصوص بمن يخشى الفتنة أو الضرر(فتح البارى لابنِ حجر، ج۱۰ ص ۵۸۴، قوله باب الكنية للصبی وقبل أن يولد للرجل)

[2] فی حاشية مسند احمد: إسناده صحيح، رجاله ثقات رجال الشيخين.

سے سال میں کم از کم ایک مرتبہ زیارت وملاقات کرلینی چاہیے۔

اورجن کی زیارت وملاقات مشکل ہو،مثلاً زیادہ دور ہونے یامصروفیت کی وجہ سے یا کسی عذر کی وجہ سے تو ایسی حالت میں خط وکتابت کے ذریعہ سے ان سے سلام وکلام اور خبر گیری کرلینا بھی اس کے قائم مقام ہوجائے گا۔

اورآج کل کے جدید ذرائع اور وسائل مثلاً ٹیلیفون وغیرہ کے ذریعہ سے بھی اس مقصد کو حاصل کیا جاسکتا ہے۔ [1]

---

[1] (وَصِلَةُ الرَّحِمِ وَاجِبَةٌ وَلَوْ) كَانَتْ (بِسَلَامٍ وَتَحِيَّةٍ وَهَدِيَّةٍ) وَمُعَاوَنَةٍ وَمُجَالَسَةٍ وَمُكَالَمَةٍ وَتَلَطُّفٍ وَإِحْسَانٍ وَيَزُورُهُمْ غِبًّا لِيَزِيدَ حُبًّا بَلْ يَزُورُ أَقْرِبَاءَهُ كُلَّ جُمُعَةٍ أَوْ شَهْرٍ وَلَا يَرُدُّ حَاجَتَهُمْ لِأَنَّهُ مِنْ الْقَطِيعَةِ فِي الْحَدِيثِ إنَّ اللَّهَ يَصِلُ مَنْ وَصَلَ رَحِمَهُ وَيَقْطَعُ مَنْ قَطَعَهَا وَفِي الْحَدِيثِ صِلَةُ الرَّحِمِ تَزِيدُ فِي الْعُمْرِ وَتَمَامُهُ فِي الدُّرَرِ(الدر المختار)

(قَوْلُهُ وَصِلَةُ الرَّحِمِ وَاجِبَةٌ) نَقَلَ الْقُرْطُبِيُّ فِي تَفْسِيرِهِ اتِّفَاقَ الْأُمَّةِ عَلَى وُجُوبِ صِلَتِهَا وَحُرْمَةِ قَطْعِهَا لِلْأَدِلَّةِ الْقَطْعِيَّةِ مِنْ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ عَلَى ذَلِكَ قَالَ فِي تَبْيِينِ الْمَحَارِمِ :وَاخْتَلَفُوا فِي الرَّحِمِ الَّتِي يَجِبُ صِلَتُهَا قَالَ قَوْمٌ :هِيَ قَرَابَةُ كُلِّ ذِي رَحِمٍ مَحْرَمٍ وَقَالَ آخَرُونَ .كُلُّ قَرِيبٍ مَحْرَمًا كَانَ أَوْ غَيْرَهُ اهـ وَالثَّانِي ظَاهِرُ إطْلَاقِ الْمَتْنِ قَالَ النَّوَوِيُّ فِي شَرْحِ مُسْلِمٍ :وَهُوَ الصَّوَابُ وَاسْتَدَلَّ عَلَيْهِ بِالْأَحَادِيثِ .نَعَمْ تَتَفَاوَتُ دَرَجَاتُهَا فَفِي الْوَالِدَيْنِ أَشَدُّ مِنْ الْمَحَارِمِ، وَفِيهِمْ أَشَدُّ مِنْ بَقِيَّةِ الْأَرْحَامِ وَفِي الْأَحَادِيثِ إشَارَةٌ إلَى ذَلِكَ كَمَا بَيَّنَهُ فِي تَبْيِينِ الْمَحَارِمِ (قَوْلُهُ وَلَوْ كَانَتْ بِسَلَامٍ إلَخْ) قَالَ فِي تَبْيِينِ الْمَحَارِمِ :وَإِنْ كَانَ غَائِبًا يَصِلُهُمْ بِالْمَكْتُوبِ إلَيْهِمْ، فَإِنْ قَدَرَ عَلَى الْمَسِيرِ إلَيْهِمْ كَانَ أَفْضَلَ وَإِنْ كَانَ لَهُ وَالِدَانِ لَا يَكْفِي الْمَكْتُوبُ إنْ أَرَادَا مَجِيئَهُ وَكَذَا إنْ احْتَاجَا إلَى خِدْمَتِهِ، وَالْأَخُ الْكَبِيرُ كَالْأَبِ بَعْدَهُ وَكَذَا الْجَدُّ وَإِنْ عَلَا وَالْأُخْتُ الْكَبِيرَةُ وَالْخَالَةُ كَالْأُمِّ فِي الصِّلَةِ، وَقِيلَ الْعَمُّ مِثْلُ الْأَبِ وَمَا عَدَلَ هَؤُلَاءِ تَكْفِي صِلَتُهُمْ بِالْمَكْتُوبِ أَوْ الْهَدِيَّةِ اهـ .وَتَمَامُهُ فِيهِ .ثُمَّ اعْلَمْ أَنَّهُ لَيْسَ الْمُرَادُ بِصِلَةِ الرَّحِمِ أَنْ تَصِلَهُمْ إذَا وَصَلُوك لِأَنَّ هَذَا مُكَافَأَةٌ بَلْ أَنْ تَصِلَهُمْ وَإِنْ قَطَعُوك فَقَدْ رَوَى الْبُخَارِيُّ وَغَيْرُهُ لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِءِ وَلَكِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِي إذَا قُطِعَتْ رَحِمُهُ وَصَلَهَا "(قَوْلُهُ وَيَزُورُهُمْ غِبًّا) الْغِبُّ بِالْكَسْرِ عَاقِبَةُ الشَّيْءِ وَفِي الزِّيَارَةِ أَنْ تَكُونَ فِي كُلِّ أُسْبُوعٍ، وَمِنْ الْحُمَّى مَا تَأْخُذُهُ يَوْمًا وَتَدَعُ يَوْمًا قَامُوسٌ لَكِنْ فِي شَرْحِ الشِّرْعَةِ هُوَ أَنْ تَزُورَ يَوْمًا وَتَدَعَ يَوْمًا وَلَمَّا كَانَ فِيهِ نَوْعُ عُسْرٍ عَدَلَ إلَى مَا هُوَ أَسْهَلُ مِنْ الْغِبِّ فَقَالَ بَلْ يَزُورُ أَقْرِبَاءَهُ فِي كُلِّ جُمُعَةٍ أَوْ شَهْرٍ عَلَى مَا وَرَدَ فِي بَعْضِ الرِّوَايَاتِ اهـ (قَوْلُهُ تَزِيدُ فِي الْعُمْرِ) وَكَذَا فِي الرِّزْقِ فَقَدْ أَخْرَجَ الشَّيْخَانِ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ وَيُنَسَّأَ بِضَمِّ أَوَّلِهِ وَتَشْدِيدِ ثَالِثِهِ الْمُهْمَلِ وَبِالْهَمْزِ أَيْ يُؤَخَّرَ لَهُ فِي أَثَرِهِ أَيْ أَجَلِهِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ .قَالَ الْفَقِيهُ أَبُو اللَّيْثِ فِي تَنْبِيهِ الْغَافِلِينَ :اخْتَلَفُوا فِي زِيَادَةِ الْعُمْرِ فَقِيلَ عَلَى ظَاهِرِهِ، وَقِيلَ لَا لِقَوْلِهِ تَعَالَى -(فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ) -الْآيَةَ، بَلْ الْمَعْنَى يُكْتَبُ ثَوَابُهُ بَعْدَ مَوْتِهِ وَقِيلَ إنَّ الْأَشْيَاءَ قَدْ تُكْتَبُ فِي اللَّوْحِ الْمَحْفُوظِ مُعَلَّقَةً كَأَنْ وَصَلَ فُلَانٌ رَحِمَهُ فَعُمْرُهُ كَذَا وَإِلَّا فَكَذَا وَلَعَلَّ الدُّعَاءَ وَالصَّدَقَةَ وَصِلَةَ الرَّحِمِ مِنْ جُمْلَتِهَا فَلَا يُخَالِفُ الْحَدِيثُ الْآيَةَ اهـ .زَادَ فِي شَرْحِ الشِّرْعَةِ عَنْ شَرْحِ الْمَشَارِقِ أَوْ يُقَالُ الْمُرَادُ الْبَرَكَةُ فِي رِزْقِهِ وَبَقَاءُ ذِكْرِهِ الْجَمِيلِ بَعْدَهُ، وَهُوَ كَالْحَيَاةِ أَوْ يُقَالُ صَدَرَ الْحَدِيثُ فِي مَعْرِضِ الْحَثِّ عَلَى صِلَةِ الرَّحِمِ بِطَرِيقِ الْمُبَالَغَةِ، يَعْنِي لَوْ كَانَ شَيْءٌ يُبْسَطُ بِهِ الرِّزْقُ وَالْأَجَلُ لَكَانَ صِلَةُ الرَّحِمِ اهـ .وَالظَّاهِرُ الثَّالِثُ لِمَا فِي التَّنْبِيهِ عَنْ الضَّحَّاكِ بْنِ مُزَاحِمٍ فِي تَفْسِيرِ قَوْله تَعَالَى -(يَمْحُوا اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ) قَالَ إنَّ الرَّجُلَ لَيَصِلُ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بیوی کو بھی عام حالات میں اپنے والدین سے ہفتہ میں ایک مرتبہ ملاقات وزیارت (نہ کہ ٹھہرنے) کا حق حاصل ہے، جس سے شوہر کو منع کرنے کا حق نہیں ہے، بشرطیکہ کوئی معقول عذر نہ ہو۔ ؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

رَحِمَهُ، وَقَدْ بَقِيَ مِنْ عُمُرِهِ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ فَيَزِيدُ اللَّهُ تَعَالَى فِي عُمُرِهِ إلَى ثَلَاثِينَ سَنَةً، وَإِنَّ الرَّجُلَ يَقْطَعُ الرَّحِمَ، وَقَدْ بَقِيَ مِنْ عُمُرِهِ ثَلَاثُونَ سَنَةً فَيَرُدُّ أَجَلَهُ إلَى ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ (قَوْلُهُ وَتَمَامُهُ فِي الدُّرَرِ) قَالَ فِيهَا وَتَكُونُ كُلُّ قَبِيلَةٍ وَعَشِيرَةٍ يَدًا وَاحِدَةً فِي التَّنَاصُرِ وَالتَّظَاهُرِ عَلَى كُلِّ مَنْ سِوَاهُمْ فِي إظْهَارِ الْحَقِّ اهـ .وَتَمَامُهُ أَيْضًا فِي الشِّرْعَةِ وَتَبْيِينِ الْمَحَارِمِ(رد المحتار على الدر المختار، كِتَابُ الْحَظْرِ وَالْإِبَاحَةِ،فَصْلٌ فِي الْبَيْعِ)

؎ قَالُوا الصَّحِيحُ أَنَّهُ لَا يَمْنَعُهَا مِنْ الْخُرُوجِ إلَى الْوَالِدَيْنِ وَلَا يَمْنَعُهُمَا مِنْ الدُّخُولِ عَلَيْهَا فِي كُلِّ جُمُعَةٍ وَفِي غَيْرِهِمَا مِنْ الْمَحَارِمِ فِي كُلِّ سَنَةٍ وَإِنَّمَا يَمْنَعُهُمْ مِنْ الْكَيْنُونَةِ عِنْدَهَا وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى كَمَا فِي الْخَانِيَّةِ، وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ فِي النَّوَادِرِ تَقْيِيدُ خُرُوجِهَا بِأَنْ لَا يَقْدِرَ عَلَى إتْيَانِهَا فَإِنْ كَانَا يَقْدِرَانِ عَلَى إتْيَانِهَا لَا تَذْهَبُ وَهُوَ حَسَنٌ فَإِنَّ بَعْضَ النِّسَاءِ لَا يَشُقُّ عَلَيْهَا مَعَ الْأَبِ الْخُرُوجُ، وَقَدْ يَشُقُّ عَلَى الزَّوْجِ فَتَمْتَنِعُ، وَقَدْ اخْتَارَ بَعْضُ الْمَشَايِخِ مَنْعَهَا مِنْ الْخُرُوجِ إلَيْهِمَا، وَقَدْ أَشَارَ إلَى نَقْلِهِ فِي شَرْحِ الْمُخْتَارِ وَالْحَقُّ الْأَخْذُ بِقَوْلِ أَبِي يُوسُفَ إذَا كَانَ الْأَبَوَانِ بِالصِّفَةِ الَّتِي ذُكِرَتْ وَإِنْ لَمْ يَكُونَا كَذَلِكَ يَنْبَغِي أَنْ يُؤْذَنَ لَهَا فِي زِيَارَتِهِمَا الْحِينَ بَعْدَ الْحِينِ عَلَى قَدْرٍ مُتَعَارَفٍ أَمَّا فِي كُلِّ جُمُعَةٍ فَبَعِيدٌ فَإِنَّ فِي كَثْرَةِ الْخُرُوجِ فَتْحَ بَابِ الْفِتْنَةِ خُصُوصًا إذَا كَانَتْ شَابَّةً وَالزَّوْجُ مِنْ ذَوِي الْهَيْئَاتِ بِخِلَافِ خُرُوجِ الْأَبَوَيْنِ فَإِنَّهُ أَيْسَرُ، وَلَوْ كَانَ أَبُوهَا زَمِنًا مَثَلًا وَهُوَ يَحْتَاجُ إلَى خِدْمَتِهَا وَالزَّوْجُ يَمْنَعُهَا مِنْ تَعَاهُدِهِ فَعَلَيْهَا أَنْ تَعْصِيَهُ مُسْلِمًا كَانَ الْأَبُ أَوْ كَافِرًا، كَذَا فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ.

وَقَدْ اُسْتُفِيدَ مِمَّا ذَكَرْنَاهُ أَنَّ لَهَا الْخُرُوجَ إلَى زِيَارَةِ الْأَبَوَيْنِ وَالْمَحَارِمِ فَعَلَى الصَّحِيحِ الْمُفْتَى بِهِ تَخْرُجُ لِلْوَالِدَيْنِ فِي كُلِّ جُمُعَةٍ بِإِذْنِهِ وَبِغَيْرِ إذْنِهِ وَلِزِيَارَةِ الْمَحَارِمِ فِي كُلِّ سَنَةٍ مَرَّةً بِإِذْنِهِ وَبِغَيْرِ إذْنِهِ، وَأَمَّا الْخُرُوجُ لِلْأَهْلِ زَائِدًا عَلَى ذَلِكَ فَلَهَا ذَلِكَ بِإِذْنِهِ قَالَ فِي الظَّهِيرِيَّةِ وَيَجُوزُ لِلرَّجُلِ أَنْ يَأْذَنَ لَهَا فِي الْخُرُوجِ إلَى زِيَارَةِ الْوَالِدَيْنِ وَتَعْزِيَتِهِمَا وَعِيَادَتِهِمَا وَزِيَارَةِ الْمَحَارِمِ وَفِي الْخُلَاصَةِ مَعْزِيًّا إلَى مَجْمُوعِ النَّوَازِلِ يَجُوزُ لِلرَّجُلِ أَنْ يَأْذَنَ لَهَا بِالْخُرُوجِ إلَى سَبْعَةِ مَوَاضِعَ زِيَارَةِ الْأَبَوَيْنِ وَعِيَادَتِهِمَا أَوْ أَحَدِهِمَا وَزِيَارَةِ الْمَحَارِمِ فَإِنْ كَانَتْ قَابِلَةً أَوْ غَسَّالَةً أَوْ كَانَ لَهَا عَلَى آخَرَ حَقٌّ تَخْرُجُ بِالْإِذْنِ وَبِغَيْرِ الْإِذْنِ وَالْحَجُّ عَلَى هَذَا وَفِيمَا عَدَا ذَلِكَ مِنْ زِيَارَةِ الْأَجَانِبِ وَعِيَادَتِهِمْ وَالْوَلِيمَةِ لَا يَأْذَنُ لَهَا وَلَا تَخْرُجُ .وَلَوْ أَذِنَ وَخَرَجَتْ كَانَا عَاصِيَيْنِ وَتُمْنَعُ مِنْ الْحَمَّامِ فَإِنْ أَرَادَتْ أَنْ تَخْرُجَ إلَى مَجْلِسِ الْعِلْمِ بِغَيْرِ رِضَا الزَّوْجِ لَيْسَ لَهَا ذَلِكَ فَإِنْ وَقَعَتْ لَهَا نَازِلَةٌ إنْ سَأَلَ الزَّوْجُ مِنْ الْعَالِمِ أَوْ أَخْبَرَهَا بِذَلِكَ لَا يَسَعُهَا الْخُرُوجُ وَإِنْ امْتَنَعَ مِنْ السُّؤَالِ يَسَعُهَا مِنْ غَيْرِ رِضَا الزَّوْجِ وَإِنْ لَمْ تَقَعْ لَهَا نَازِلَةٌ لَكِنْ أَرَادَتْ أَنْ تَخْرُجَ إلَى مَجْلِسِ الْعِلْمِ لِتَتَعَلَّمَ مَسْأَلَةً مِنْ مَسَائِلِ الْوُضُوءِ وَالصَّلَاةِ فَإِنْ كَانَ الزَّوْجُ يَحْفَظُ الْمَسَائِلَ وَيَذْكُرُ عِنْدَهَا فَلَهُ أَنْ يَمْنَعَهَا وَإِنْ كَانَ لَا يَحْفَظُ فَالْأَوْلَى أَنْ يَأْذَنَ لَهَا أَحْيَانًا وَإِنْ لَمْ يَأْذَنْ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ وَلَا يَسَعُهَا الْخُرُوجُ مَا لَمْ يَقَعْ لَهَا نَازِلَةٌ وَفِي الْفَتَاوَى فِي بَابِ الْمَهْرِ، وَالْمَرْأَةُ قَبْلَ أَنْ تَقْبِضَ مَهْرَهَا لَهَا الْخُرُوجُ فِي حَوَائِجِهَا وَتَزُورُ الْأَقَارِبَ بِغَيْرِ إذْنِ الزَّوْجِ فَإِنْ أَعْطَاهَا الْمَهْرَ لَيْسَ لَهَا الْخُرُوجُ إلَّا بِإِذْنِ الزَّوْجِ اهـ.وَهَكَذَا فِي الْخَانِيَّةِ إلَّا أَنَّهُ زَادَ أَنَّهَا تَخْرُجُ بِغَيْرِ الْإِذْنِ أَيْضًا إذَا كَانَتْ فِي مَنْزِلٍ يُخَافُ السُّقُوطُ عَلَيْهَا وَقَيَّدَ الْحَجَّ بِالْفَرْضِ مَعَ وُجُودِ الْمَحْرَمِ وَقَيَّدَ خُرُوجَ الْقَابِلَةِ وَالْغَاسِلَةِ بِإِذْنِ الزَّوْجِ وَفَسَّرَ الْغَاسِلَةَ بِمَنْ تُغَسِّلُ الْمَوْتَى وَيَنْبَغِي أَنَّ لِلزَّوْجِ أَنْ يَمْنَعَ الْقَابِلَةَ وَالْغَاسِلَةَ مِنْ الْخُرُوجِ؛ لِأَنَّ فِي الْخُرُوجِ إضْرَارًا بِهِ وَهِيَ مَحْبُوسَةٌ لِحَقِّهِ، وَحَقُّهُ مُقَدَّمٌ عَلَى فَرْضِ الْكِفَايَةِ بِخِلَافِ الْحَجِّ الْفَرْضِ؛ لِأَنَّ حَقَّهُ لَا يُقَدَّمُ عَلَى فَرْضِ الْعَيْنِ(البحر الرائق شرح كنز الدقائق،بَابُ النَّفَقَةِ)

علم کے مینار

مفتی محمد امجد حسین

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

سرگذشت عہدِ گل (چھیالیسویں وآخری قسط)

(سوانح حضرت اقدس مفتی محمد رضوان صاحب دامت فیوضہم)

آپ کے ادارہ سے منسلک چندا کابر واحباب

ادارہ کی غیر رسمی سرپرستی

آج کل رسمی سرپرستی تو بہت عام ہے، جس سے حضرت مفتی صاحب کو مناسبت ومطابقت نہیں، البتہ غیر رسمی اور غیر مشتہر سرپرستی کا آپ کو اہتمام رہتا ہے۔ چنانچہ ادارہ کے قیام بلکہ اس سے قبل سے ہی اس سلسلہ میں رہنمائی کے لئے آپ اولاً حضرت نواب عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم اور ثانیاً حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم سے استفادہ فرماتے رہے ہیں، اوراب تک یہ سلسلہ قائم ہے۔

(۱)......حضرت مولانا مفتی سید عبدالقدوس ترمذی صاحب مدظلہم

آپ شروع سے ہی ادارہ غفران کی مجلسِ شوریٰ کے رکنِ رکین ہیں، حضرت مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ کے خلف الرشید وجانشین اور جامعہ حقانیہ، ساہیوال (سرگودھا) کے صدر نشین اور مہتمم ہیں، ایک نامور فقیہ اور منصبِ افتاء کے صدر نشین، ایک نامور ادارے کے منتظم، ایک ماہنامہ رسالہ کے مدیر، ملک کے ایک مایہ ناز خطیب ومقرر وغیرہ مختلف علمی ودینی جہتیں آپ کی شخصیت میں جمع ہیں۔

بڑے حضرت ترمذی رحمہ اللہ سے حضرت مدیر صاحب کا نیاز مندانہ تعلق تھا، حضرت کی زندگی میں ہی صاحبزادہ مفتی سید عبدالقدوس ترمذی صاحب دامت برکاتہم سے بھی حضرت مدیر صاحب کا غیر رسمی تعلق ہوگیا تھا، ادارہ کے ابتدائی سالوں میں بڑے حضرت ترمذی رحمہ اللہ حیات تھے، اور ایک مرتبہ اسلامی نظریاتی کونسل کے اجلاس میں شرکت کے دوران حضرت مدیر صاحب کی دعوت پر ادارہ غفران بھی تشریف لائے تھے، اس وقت ادارہ کے سالانہ جلسہ کی تقریب تھی، جس میں حضرت رحمہ اللہ کا بہت اہم اور مفصل بیان ہوا تھا، آپ بھی حضرت والد صاحب رحمہ اللہ کے ہمراہ تھے۔

ادارہ غفران کے سالانہ شورائی اجلاسوں میں آپ اہتمام سے شرکت فرماتے ہیں، اجلاسوں کی کارروائی میں آپ کے مشورے اور استدراکات بڑی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔

(۲)......حضرت مولانا محمد زاہد صاحب مدظلہم

آپ بھی ادارہ غفران کی مجلسِ شوریٰ کے اہم رکن ہیں، جامعہ اسلامیہ امدادیہ، فیصل آباد کے نائب مہتمم وشیخ الحدیث ہیں، حضرت شیخ الحدیث مولانا نذیر احمد صاحب رحمہ اللہ کے لائق فائق فرزند ہیں، ایک جید فقیہ، لائق مدرس وشیخ الحدیث، اعلیٰ پائے کے مصنف اور تجزیہ نگار ہونے کی صفات آپ کی ذات میں جمع ہیں۔
آپ کے علمی مآثر میں مشکاۃ شریف کی شرح اشرف التوضیح ہے، جو اپنے والد صاحب رحمہ اللہ کے نامکمل کام کی تکمیل وتکملہ کی صورت میں سامنے آیا، اسی طرح ''تکملہ معارف السنن'' (شرح ترمذی للبنوری) شروحِ حدیث میں قابلِ قدر اضافہ اور آپ کا بہترین علمی صدقہ جاریہ اور فیضان ہے۔
علمی حلقوں میں دونوں کتابیں بڑی وقعت رکھتی ہیں، ماہنامہ ''الصیانہ'' لاہور کا اداریہ آپ تحریر کرتے ہیں، یہ اداریہ پورے رسالے کی جان اور حالاتِ حاضرہ میں دینی موقف کی ترجمانی کے لحاظ سے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔
ادارہ غفران کی شوریٰ کے آپ ابتداء سے ہی رکن ہیں، ادارہ کے سالانہ شورائی اجلاس میں باقاعدگی سے شرکت فرماتے ہیں، نپے تلے انداز میں آپ کی آراء ومشورے ان شورائی اجلاسوں کا قیمتی سرمایہ ہوتا ہے، جس کو ادارہ کے نظام وانتظام میں سامنے رکھا جاتا ہے۔

(۳)......مفتی محمد یونس صاحب زیدمجدہم (نائب مفتی دارالافتاء ادارہ غفران)

پنڈی گھیپ کے گاؤں غریب وال سے تعلق ہے، بچپن ہی سے راولپنڈی میں قیام ہے، والد صاحب جناب حاجی محمد یوسف مرحوم ومغفور جی ایچ کیو، راولپنڈی میں ملازم تھے، مفتی محمد یونس صاحب مدرسہ علوم الشرعیہ، بکری چوک، راولپنڈی کے فاضل ہیں، عصری تعلیم میٹرک ہے، ۱۴۱۷ھ سے حضرت جی سے وابستہ ومتوسل ہیں، دورہ حدیث سے فراغت کے بعد حضرت جی سے جامعہ اسلامیہ، صدر، راولپنڈی میں تعلق قائم کیا، تخصص وافتاء کی مشق ایک سال جامعہ اسلامیہ میں اور ایک سال ادارہ غفران میں کی، فراغت کے بعد دارالافتاء میں باقاعدہ تقرری ہوئی، بندہ امجد کے تخصص کے ہم سبق ہیں، تدین اور تقویٰ وطہارت میں مقامِ عزیمت پر فائز ہیں،، بندہ کو ان سے یہ نسبت ہے۔ ؏ چہ نسبت خاک را با عالم پاک
حضرت جی سے بہت خاص تعلق ونسبت کے حامل ہیں، بڑے حضرت جی حضرت نواب صاحب دامت

برکاتہم کے مجازین میں سے ہیں۔

(۴)...... بندہ محمد امجد عفی عنہ

بندہ محمد امجد راقم الحروف کو بھی بحمد اللہ تعالیٰ آپ (صاحبِ سوانح حضرت مفتی صاحب) سے قدیم نسبت حاصل ہے، جامعہ اسلامیہ صدر، راولپنڈی میں آپ کے تدریسی دور کے شاگردوں میں سے ہونے کے علاوہ مفتی محمد یونس صاحب کے ساتھ جامعہ اسلامیہ کے آخری اور ادارہ غفران کے ابتدائی سال کے تخصص کا شاگرد، اور ادارہ غفران کے ابتدائی قیام سے ادارہ کی خدمات سے منسلک ہے (جو اجوف وناقص کے ابواب کے مثل کبھی ساقط ہوجاتا ہے، کبھی متغیر ہوجاتا ہے، کبھی کیا، کبھی کیا۔ ع اللہ کرے کچھ نہ سمجھے کوئی)

(۵)...... حکیم محمد فیضان صاحب زید مجدہٗ

حضرت جی کے بڑے بھائی جناب حکیم محمد فیضان ادارہ کے فعال رکن ہیں، پہلے شعبہ کتب خانہ کی مسئولیت بھی آپ کے پاس تھی، انتظام کا عمدہ سلیقہ رکھتے ہیں، حضرت جی سے محبت اور عقیدت رکھتے ہیں، ادارہ کے قیام کے وقت سے ہی ادارہ سے منسلک ہیں، ادارہ سے یہ وابستگی حضرت جی سے شغف وتعلق اور اپنی عمر کے آخری حصہ کو دینی خدمات اور دینی ماحول میں صرف کرنے کے جذبے سے سرشار ہوکر عمل میں آئی۔

ائیرپورٹ ہاؤسنگ سوسائٹی میں آپ کا دولت کدہ ہے، ایک پرائیویٹ سکول بھی آپ اور آپ کی اہلیہ صاحبہ کی نگرانی ومسئولیت میں قائم وجاری ہے، جس کی وجہ سے معاشی طور پر بحمد اللہ تعالیٰ فارغ البال ہیں، اپنے غالب اوقات ادارہ کے لئے ہی وقف کئے ہیں، حکمت کے ساتھ عملیات میں بھی خوب دَرَک اور بصیرت رکھتے ہیں، عملیات کے سلسلہ میں آپ کی طرف لوگوں کا کثرت سے رجوع رہتا ہے، صاحبِ تاثیر ہیں، آپ کے علاج سے بہتیروں کو اللہ تعالیٰ شفاء دیتے ہیں۔

(۶)...... جناب عبدالغفار صاحب زید مجدہٗ

ادارہ کے مجلسِ شوریٰ کے رکن اور شروع سے ہی ادارہ کے خازن ہیں، سالانہ شورائی اجلاسوں میں ادارہ کا سالانہ بجٹ اور آمد وخرچ کے گوشوارے آپ ہی مرتب کرتے اور پیش کرتے ہیں، ادارہ کا مالیاتی نظم آپ نے بہت عمدہ طور پر ترتیب دیا ہے، جس سے ایک ایک پیسے کا اور ادارہ کی ملکیت میں موجود ہر ہر چیز کا ریکارڈ اور حساب کتاب محفوظ رہتا ہے، آپ حضرت جی کے قدیم تعلق ومحبت رکھنے والوں میں سے ہیں،

کرتار پورہ میں قیام رکھتے تھے، اب کچھ دنوں سے اسلام آباد منتقل ہوگئے ہیں، اسلام آباد میں ایک سرکاری مالیاتی ادارہ سے منسلک وملازم ہیں، ماہرِ فن اکاؤنٹنٹ، سنجیدہ، باوقار، اور لائق فائق شخصیت ہیں، ادارہ کی متعلقہ خدمات رضا کارانہ طور پر بغیر کسی حق الخدمت کے کرتے ہیں، اوراس کوتوشۂ آخرت سمجھتے ہیں

(۷)......مولانا عبدالسلام صاحب

قاری امانت علی شاہ صاحب دامت برکاتہم (خطیب ٹی اینڈ ٹی کالونی، صدر، راولپنڈی) کے صاحبزادے ہیں، جامعہ اسلامیہ، صدر کے فضلاء میں سے ہیں، شعبان ۱۴۲۲ھ میں دورہ حدیث سے فراغت ہوئی، حضرت جی سے شرفِ تلمذ بھی رکھتے ہیں، زمانۂ طالب علمی سے ہی حضرت کی خاص خدمت کا جذبہ رکھتے ہیں، حق الخدمت بجالانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے، کچھ جذب کے حامل ہیں، حضرت جی کی تنبیہات کا مورد بننے میں صفِ اول کے لوگوں میں شامل ہیں۔ ع اس کو چھٹی نہ ملی جس کو سبق یاد ہوا

ماہنامہ "التبلیغ" اور کتب خانہ ادارہ غفران کے ناظم ہیں، نشرواشاعت کے شعبہ کو منظم اور وسیع کرنے اور التبلیغ کی ترسیل واشاعت میں آپ کی سنہری خدمات ہیں، ہمہ وقت کام سے کام رکھتے ہیں، خدمتِ خلق کا مثالی جذبہ رکھتے ہیں، ادارہ کے سب افراد کو آپ کی ذات وخدمات سے بہت راحت پہنچتی ہے، ان کے بعض شئون زمانۂ ماضی میں اہلِ تصوف کے طبقہ ملامتیہ سے ملتے جلتے ہیں۔ ع

جاہِ ظاہر سے تو پھر اچھی میری رسوائی ہے

(۸)......مولوی حافظ محمد ناصر مغل صاحب زید مجدہٗ

ادارہ غفران کے فاضل، حضرت جی دامت برکاتہم کے داماد، اور حضرت سے خصوصی تعلق کے حامل، حاضر باش، فاضل نوجوان ہیں، زمانۂ طالب علمی سے ہی دین سے وابستگی کے لئے اپنے آپ کو گویا وقف کردیا تھا "یک درگیر ومحکم گیر" کی مثل آپ پر صحیح معنوں میں صادق آتی ہے، سعادت کے آثار، بچپن سے ہی جبینِ نجابت سے آشکارا ہیں، اصلاح وتربیت کی ریاضت ومجاہدے کئے ہوئے ہیں۔

(۹)......مولانا طارق محمود صاحب

جامعہ اسلامیہ، صدر کے دور سے حضرت سے شرفِ تلمذ کے حامل ہیں، شعبان ۱۴۲۲ھ میں جامعہ امدادیہ، فیصل آباد سے دورہ حدیث سے فراغت حاصل کی، اس کے بعد سے حضرت جی سے تعلق ومحبت رکھتے ہیں،

ادارہ غفران سے متعلق ومنسلک ہیں، غیر رسمی طور پر فقہی مشق بھی شروع کے سالوں میں کی ہے، بڑے حضرات کی نگرانی میں پچھلے سالوں میں فتویٰ نویسی کا کام بھی کرتے رہے، کئی سال تدریس سے بھی وابستہ رہے گزشتہ چند سالوں سے ہمہ وقتی طور پر شعبہ کمپیوٹر کے ذمہ دار ہیں، کمپوزنگ اور کمپیوٹر کا ہر نوع کا کام آپ ہی کرتے ہیں، حضرت جی کی تالیفات اور علمی تحقیقات کے کام میں حضرت کے ساتھ کمپیوٹر پر ہوتے ہیں، حاضر دماغ ہیں، حضرت جی کی بعض خدمات بھی بجالاتے ہیں، اور ادارہ کے شعبہ تصنیف واشاعت کے مسئول بھی ہیں، غرضیکہ ادارہ کے حق میں بہت کارآمد ومستعد ساتھی ہیں۔

(۱۰)......قاری حبیب اللہ صاحب زید مجدہٗ

ادارہ کے شعبہ حفظ کے محنتی، قابل، سنجیدہ، متدین اور مخلص معلم ہیں، ادارہ کے قیام کے پہلے سال ادارہ کے شعبہ حفظ میں آپ کا تقرر رہا تھا، ۱۴۲۴ھ کے بعد بوجوہ چند سال تدریس سے منقطع رہے، لیکن رابطہ وتعلق برقرار تھا، ۱۴۲۹ھ سے دوبارہ باضابطہ وابستگی ہوئی، شعبہ حفظ کو سنبھالا، حضرت سے تعلق ومحبت رکھتے ہیں، حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ سے شرفِ بیعت کے حامل ہیں۔

(۱۱)......جناب عبدالوحید اختر صاحب

ادارہ کے پرانے رفیق اور شعبہ کمپیوٹر کے ذمہ دار ہیں، مولانا طارق محمود صاحب کمپیوٹر کے شعبہ میں آپ کے شاگرد اور جانشین ہیں، حضرت جی کے پرانے اور ابتدائی دور کے متعلقین ومحبین میں سے ہیں، ادارہ میں ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد بھی اب تک ادارہ کی طرف سے کمپیوٹر اور کتابوں کے ٹائیٹل وغیرہ کے حوالے سے جو خدمت سپرد کی جائے، سعادت کے جذبے سے سرشار ہوکر بجالاتے ہیں، بے لوث، ملنسار، خوش طبیعت، نیک خصلت اور خوش خلق ساتھی ہیں۔

یہ ان حضرات کا تذکرہ تھا، جو ادارہ کے مجموعی ڈھانچہ سے منسلک ہیں، ادارہ سے ہٹ کر جو حضرات، حضرت جی سے دینی وعلمی اور عقیدت کے طور پر منسلک ووابستہ ہیں، ان کی ایک بڑی تعداد ہے، لیکن ان کا تذکرہ اس وقت ہماری بحث سے خارج ہے۔

اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو اپنی مرضیات کے لئے قبول فرمائیں، اور اپنی برکتوں ورحمتوں سے مالامال وسرخرو فرمائیں۔ آمین۔

ختم شد

Idara Ghufran

تذکرۂ اولیاء (تذکرہ مولانا رومی کا: قسط۱۲) مفتی محمد امجد حسین

اولیاءِ کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

عقلِ حیوانی اور عقلِ ایمانی

عقلِ حیوانی بات کو سمجھانے کے لئے بندہ راقم الحروف کی تعبیر ہے، مولانا نے اس مفہوم کے لئے ''عقلِ جزوی'' کی اصطلاح بعض اشعار میں استعمال کی ہے (یہ اشعار آگے آرہے ہیں) عقلِ حیوانی یا عقلِ جزوی سے مراد ظاہر بین عقل، سفلی خواہشات کے ہاتھوں یرغمال عقل، مادی کائنات میں الجھی ہوئی اور ظاہری حواس کی پابند عقل ہے، خواہ وہ منطقی استدلال اور عقلی مقدمات پر علم وتحقیق اور انکشاف حقیقت کے لئے انحصار کرتی ہو، جیسا کہ قدیم فلاسفہ اور یونانی واسلامی دور کے مناطقہ ومعقولیین اور متکلمین (معتزلہ وغیرہ) کا طرز وطریقہ تھا، یا تجربہ ومشاہدہ پر اور جدید سائنسی طریقہ کار کے مطابق لیبارٹری ریسرچ پر انکشاف حقائق کے لئے اعتماد وانحصار کرتی ہو، جیسے جدید فلاسفہ وسائنس دانوں اور روشن خیال وجدت پسند مدعیانِ علم وتحقیق کا شیوہ ہے، کیونکہ تجربہ ومشاہدہ کی بھی تو تمام تر بنیاد ظاہری حواس کے ادراکات واحساسات پر ہے، اوران ادراکات واحساسات سے عقلِ حیوانی کے استشہاد واستدلال پر ہے۔

گوسائنسی آلات اور مشینوں کے ذریعے ظاہری حواس کے ساتھ یہ تجربہ ومشاہدہ کتنا وسیع وعمیق اور باریک ودقیق ہو، ایٹم وخلیہ کے اندرونی رازوں تک پہنچنے والا ہو، اور ڈی این اے کی وسیع دنیا کا کھوج لگانے والا ہو۔

الیکٹران، نیوٹران اور پروٹان کی مثبت ومنفی چارج اور نظامِ شمسی کی طرح ایٹم کے اندر ہی اندران کے ایک مربوط ومنضبط نظام کے راز فاش کرنے والا ہو، لیکن جو کچھ بھی ہو، یہ سب کچھ اس مادی کائنات ہی کی کرشمہ سازیاں ہیں۔

عنصری کائنات اور آب وباد وخاک وآتش پر مبنی جہانِ رنگ وبو کی ہی بوقلمونیاں ہیں، کرّوں اور سیاروں کے عالمِ محسوس ہی کی جولانیاں ہیں، اُس عالمِ غیب کے روحانی اور قدوسی سلسلوں سے تو بُعد واجنبیت اور بے خبری ولاعلمی ہی ہے، جس سے انبیاء نے پردہ اُٹھایا ہے، آسمانی کتابوں، اور وحی والہام کے سلسلوں نے جس کی خبر دی ہے، اور ایمان وعملِ صالح والی زندگی اختیار کرنے اور اس میں پوری طرح رنگنے کے

Idara Ghufran

بعد بندہ مؤمن پر عالَمِ غیب کے یہ اسرار ورموز، یقین محکم، مشاہدہ باطنی، کشف والہام اور بصیرت وفراست، ذوق وشوق کی مختلف کیفیات اور قلبی وجدان کی صورت میں مادی کائنات سے ماوراء یہ سب پرت در پرت اور تہہ بہ تہہ حقائق کھلتے ہیں، مؤمن کو نبوت کی اطاعت اور احکامِ شرع کی اتباع اور مقامِ توحید میں رسوخ حاصل ہونے کے نتیجے میں جب قلبی طمانیت اور روحانی بالیدگی وصفا کا یہ مرتبہ حاصل ہوتا ہے، تو اس کی عقل عقلِ حیوانی کے درجہ سے گزر کر عقلِ ایمانی کے مرتبہ پر فائز ہو چکی ہوتی ہے۔

اب اس کی عقل سفلی خواہشات اور نفسانی قوتوں کی یرغمال ہونے اور مادی کائنات کو ہی سب کچھ سمجھنے اور حواسِ ظاہرہ پر انحصار کرنے کی بجائے روح وقلب کو حاصل ہونے والے ذوق یقین اور باطنی وجدان وروحانی بالیدگی کی ہمراز ودمساز ہوتی ہے۔

اب مادی کائنات اور محسوسات کے قوانین اور سلسلہ اسباب کی ظاہری جکڑ بندیاں اس کے سامنے بازیچۂ اطفال کی حیثیت رکھتی ہیں کہ ان ظاہری قوانین اور مادی سلسلوں کی بھی اصل روح تک اللہ کے تکوینی نظام اور غیبی امور سے باخبر ہو کر وہ پہنچ چکے ہوتے ہیں، ذیل کا شعر کسی نے معلوم نہیں کس موقعہ پر اور کس توارد سے کہا ہوگا، لیکن بندہ کو تو اس موقعہ کے مناسب حال نظر آتا ہے کہ باطنی آگہی کے اس مقام پر پہنچ کر بندہ مؤمن اور سالکِ راہِ حق پھر زبانِ حال سے یوں نعرہ زن ہوتا ہے۔ ؎

بازیچۂ اطفال ہے دنیا مرے آگے ہوتا ہے شب وروز تماشا مرے آگے

حاصل یہ کہ اللہ پر ایمان لائے بغیر، اللہ ورسول کے احکام کی غیر مشروط اطاعت وفرمانبرداری کئے بغیر، قرآنی علوم وحقائق سے مناسبت وربط پیدا کئے بغیر آدمی کی عقل وسمجھ، فہم ونالج، عقلِ حیوانی کے درجے سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔

مادی عالم کے ظلمانی حجابات سے اس کا علم وتجربہ، اس کی تحقیق وریسرچ آگے نہیں بڑھ سکتے۔

خواہ وہ سورج کی شعاعوں کو مادی قوانین پر قابو پا کر گرفتار کرنے کے قابل ہو جائے، یا ستاروں کی گزرگاہوں کا کھوج لگا آئے، یا ایٹم کے جگر کو توڑ کر الیکٹران وپروٹان اور نیوٹران کی خوردبینی دنیاؤں کے راز فاش کرے، یا خلیہ اور ڈی این اے میں چھپے قوانینِ فطرت اور مخفی علوم کے خزانوں تک رسائی پالے۔

بقول اقبال مرحوم!

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا

اپنی حکمت کے خم و پیچ میں اُلجھا ایسا　　آج تک فیصلہ نفع وضرر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا　　زندگی کی شبِ تاریک سحر کر نہ سکا

(ضربِ کلیم، زمانۂ حاضر کا انسان)

ہاں! زمین وآسمان کے قلابے ملانے والی اقوامِ مغرب، کائناتی قوتوں اور مادی قوانین کو ایک حد تک انسانی دسترس میں لانے والے زمانۂ جدید کے دھری و مادہ پرست، لوہے کو پرندوں کی طرح فضاؤں میں اڑانے والے اور خلا کی تسخیر کرنے والے سائنس دان اور علومِ جدید کے حاملین، سمندروں کی چھاتیاں پھاڑ کر بحری تسخیرات وفتوحات کے جھنڈے گاڑنے والے خدا فراموش انسان یہ سب کچھ کرنے کے باوجود اگر نہیں کر سکے تو یہ نہیں کر سکے کہ یہ انسان جو اس مادی کائنات کے پیچھے پڑا ہوا ہے، خود اس کی کیا حقیقت ہے، اس کائنات میں خود اس کی کیا حیثیت ہے؟ اس کی زندگی کا مقصد کیا ہے، یہ جسم اور روح دو چیزوں سے مرکب ہے، جسم کی ساری ضروریات تو اس مادی کائنات میں موجود ہیں، اور یہاں سے پوری ہوتی ہیں، لیکن روح بے چاری کی بھی تو ایک حقیقت ہے، اس کی کیا ضروریات ہیں، اس کی غذاء اور دواء کا کیا نظام ہے، اس کی صحت اور مرض کے کیا قوانین ہیں، اس کی طب کے کیا ضوابط واصول ہیں، اور روح کی صحت ومرض کے ماہر واطباء اور معالج کون ہیں، مادی تسخیرات میں الجھ کر مادہ پرست اور خدا فراموش انسان اپنی روح پر توجہ دینے سے قاصر رہتا ہے، وہ روح کی گہرائیوں سے اُبھرنے والے ان سلگتے سوالوں کو مسلسل نظر انداز کرتا رہتا ہے، اپنے ضمیر کی آواز کو سختی سے دبا دیتا ہے، وہ اس مادی کائنات سے آگے نہ اپنے علم کو لے جانا چاہتا ہے، نہ اپنے عمل، سعی وجدوجہد اور دوڑ دھوپ کو لے جانا چاہتا ہے، وہ اس بے ثبات عالم اور فانی زندگی اور مادی کائنات پر مطمئن ہو جاتا ہے، اور محض جسمانی ضروریات کی فراہمی کو انسانی زندگی کی تکمیل سمجھتا ہے، سفلی خواہشات کی تکمیل اور نفس پروری کو زندگی کا مقصد قرار دیتا ہے، خواہ اس تمام بے راہ روی کے نتیجے میں روح کی بے قراری انتہاء کو پہنچ جائے، روح کو اپنی ضروریات، اپنی دوا وغذاء نہ ملنے سے انسانی شخصیت میں مہیب خلا اور ہولناک وخوفناک ادھورا پن پیدا ہو جائے، اور انسان اشرف المخلوقات کی بجائے حیوان اور مہذب درندہ بن جائے، وہ اپنی سفلی ونفسانی خواہشات کی تکمیل کے لئے بحر وبر میں فساد برپا کر دے، اس کے شر وشرارتوں سے زمین کانپنے لگ جائے، زلزلوں سے بھر جائے، سمندر ٹھاٹیں مارنے لگیں، دریا بپھر جائیں، آتش فشاں شعلے اگلنے لگیں۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ (سورة الروم، آیت نمبر ۴۱)

کی صداقتوں پر پوری کائنات گواہ بن جائے۔
لیکن اس سب کچھ پر بھی خدافراموش انسان ٹس سے مس نہ ہو، عقلِ حیوانی کو خیر باد کہہ کر عقلِ ایمانی کے مرتبے پر آنے کے لئے تیار نہ ہو۔
روح کے احتجاج کو نظر انداز ہی کرتا رہے، فطرت کی قوتوں کے مقابلے میں بغاوت وسرکشی پر ہی اڑا رہے، ایک خدا کی خالقیت ومالکیت، معبودیت والوہیت کو مان کر نہ دے، اپنی فرعونیت اور خدائی کے دعاوی سے دستبردار ہونے کے لئے تیار ہی نہ ہو۔
مخلوق ہوکر بھی خالقیت وربوبیت کی لاف زنیاں کرتا پھرے۔
پرندوں کی طرح فضاؤں میں اڑنے، مچھلیوں کی طرح سمندروں میں تیرنے کے باوجود انسانوں کی طرح زمین پر رہنے اور چلنے کے لئے تیار نہ ہو، مشتری ومریخ کی ریسرچ پر اصرار اور اپنی ہستی کو سمجھنے سے انکار کی روش پر قائم رہے۔ بقول سعدی!

تو کارِ زمین رانکوساختی　　　　که باُسمان نیز پرداختی

کے تازیانہ ہائے عبرت جو ہر آن اس کی روح کی گہرائیوں سے بلند ہوتے ہیں، ان پر کان نہ دھرے۔
یہ تمام کرشمے عقلِ حیوانی کے ہیں، کہاں تک کوئی اولاد آدم کی زیاں کاریوں کو، خدافراموش انسانوں کی غفلت وناعاقبت اندیشیوں کو بیان کرے۔
بس مولانا کے اشعار ملاحظہ کرو، جوان حقائق کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں، شریعت کے رموز کے مخفی خزانے اپنے اندر چھپائے ہوئے ہیں۔
عقلِ حیوانی والوں کے احوال:

(۱)

حجت منکر ہمی آید کہ من　　　　غیر ازیں ظاہر نمی بینم وطن
ہیچ نندیشد کہ ہر جا ظاہر است　　　　آں زحکمت ہائے پنہاں فخبر ست
فائدہ ہر ظاہرے خود باطنیت　　　　ہمچو نفع اندر دواہا مضمر است

مطلب: منکرین (ظاہر بین ومادہ پرست) کی بڑی دلیل یہی ہوتی ہے کہ ہمیں تو اس جہانِ رنگ وبو، اس مادی کائنات کے علاوہ کوئی اور جہاں، کوئی اور عالم (جنت، جہنم، عالمِ آخرت، برزخ وغیرہ) دکھائی نہیں

دیتے، یہ سب سلسلے ہیں تو کہاں ہیں؟

(مولانا جواب دیتے ہیں) یہ لوگ کچھ نہیں سوچتے؟ غور نہیں کرتے کہ جہاں کہیں کوئی ظاہری نقشہ، کوئی مادی صورت، محسوسات میں سے کوئی چیز ہوتی ہے، وہ پوشیدہ (تکوینی) حکمتوں سے ہی نمایاں ہوتی ہے (اس کے پیچھے قدرت کا پورا غیبی نظام کارفرما ہوتا ہے) ہر ظاہری صورت اور ظاہری عمل کا فائدہ اور روح کوئی باطنی چیز ہی ہوتی ہے، جو ظاہر میں نظر نہیں آ رہی ہوتی، اس کی ایک مثال دوادارو ہے کہ ظاہری صورت تو ایک دوائی کی ہے، ایک علاج کی ہے، لیکن اس کی اصل روح اور اصل مغز جو اس دوادارو سے مقصود ہے، وہ اس دوا میں شفا کی تاثیر، ازالۂ مرض کی وہ صلاحیت ہے، جو غیر مادی اور غیر محسوس چیز ہے، اور دوا میں مخفی طور پر موجود ہے، تو دوائی میں ازالۂ مرض کی تاثیر اور شفا کی صلاحیت کے نظر نہ آنے سے اس کا انکار کرنا کیسے صحیح ہوسکتا ہے، اور ظاہر ہے خود دہری مادہ پرست بھی اس کا انکار نہیں کرتے۔

(۲)

عقل جزوی آفتش وہم ست وظن — زانکہ درظلمات شد اوراوطن
عقل جزوی عقل رابدنام کرد — کامِ دنیامرد رابے کام کرد
ایں خرد جاہل ہمی بائد شدن — دست درد یوانگی بائد زدن

مطلب: عقل جزوی کا نتیجہ اوہام وتخیلات، ظن وتخمین، بے اصل اور بے حقیقت گپاوٹیں اور ڈھکوسلے ہیں (جن کو عقل حیوانی کے پجاری منطقی اصول اور عقلی مقدمات قرار دیتے ہیں)

یہ اس وجہ سے ہے کہ عقل جزوی والوں کی منزل اور ٹھکانہ تاریکیوں میں ہے، یعنی ان کی روح روشن ومنور نہیں، جو اس عالمِ ناسوت سے آگے کا بھی ادراک کر سکے، اس لئے ان کا مبلغ علم یہ عالم ناسوت اور یہ مادی کائنات ہے، اس سے آگے کی ان کو کوئی سوجھ بوجھ، کوئی شعور نہیں، کفر کے، اللہ سے اجنبیت وبیگانگی کے نوع درنوع حجابات ان کی عقل پر اور ان کی روح پر پڑے ہوئے ہیں، قرآن مجید میں ان کی اس حالت کی قریب ترین ترجمانی ان آیات میں ہے:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَاۗءً ۭ حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـــًٔـا وَّ وَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ. اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّـجِّيٍّ يَّغْشٰـىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ۭ ظُلُمٰتٌ

بَعۡضُهَا فَوۡقَ بَعۡضٍ اِذَاۤ اَخۡرَجَ يَدَه لَمۡ يَكَدۡ يَرٰهَا وَمَنۡ لَّمۡ يَجۡعَلِ اللّٰهُ لَه نُوۡرًا فَمَا لَه مِنۡ نُّوۡرٍ (سورة النور، آیت نمبر ۳۹، ۴۰)

ترجمہ: ''اور جو لوگ منکر ہیں ان کے اعمال ایسے ہیں جیسے ریتلا صحراء، جس کو پیاسا (دور سے) پانی سمجھے، یہاں تک کہ جب پہنچا اس پر اس کو کچھ نہ پایا اور اللہ کو پایا اپنے پاس پھر اس کو پورا پہنچا دیا اس کا لکھا، اور اللہ جلد لینے والا ہے حساب۔ یا جیسے اندھیرے ہوں گہرے دریا میں، چڑھی آتی ہے اس پر ایک لہر اس پر ایک اور لہر اس کے اوپر بادل اندھیرے ہیں ایک پر ایک، جب نکالے اپنا ہاتھ لگتا نہیں کہ اس کو وہ سوجھے اور جس کو اللہ نے نہ دی روشنی اس کے واسطے کہیں نہیں روشنی''

فرماتے ہیں کہ اس عقلِ جزوی نے حقیقی عقل کو جو عقلِ ایمانی کا درجہ ہے، بے کار اور بدنام کر دیا ہے، عقل کا حقیقی مقام ومرتبہ یہ ہے کہ وہ وحی کے ماتحت رہے، خصوصاً مابعدالطبیعاتی امور میں وہ ازخود کوئی رائے زنی نہ کرے، کیونکہ مابعدالطبیعات کے متعلق جاننے کے لئے اس کے پاس ابتدائی معلومات بھی نہیں، یہاں حواس بھی بے کار ہیں، براہِ راست فکر وتدبر بھی بے کار ہے، وہ عالم ہی اور ہے، جس کے امور کو مادی کائنات پر، محسوسات کے عالم پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، ان مابعدالطبیعاتی امور یعنی کائنات کا آغاز کیا ہے، انجام کیا ہوگا؟ انسان کا مقصد زندگی کیا ہے، اس زندگی کے بعد کیا سلسلے ہیں؟ روح کہاں سے آئی ہے؟ روح کہاں جائے گی؟ روح کی ضروریات کیا ہیں؟ خالقِ کائنات کون ہے، اس کی کیا صفات ہیں، خالق ومخلوق کے باہمی تعلق کی کیا نوعیت ہے؟ وہ خالق انسان سے کیا چاہتا ہے، کیا نہیں چاہتا؟ یہ تمام امور صرف اور صرف وحی سے معلوم ہو سکتے ہیں، عقل کا کمال اور سعادت مندی یہ ہے کہ وہ محسوسات ومادی کائنات میں تو اپنے حواس سے کام لے کر فکر وتدبر کرے، اور مفید مقاصد کے لیے مادی کائنات سے فائدہ اٹھائے، یہاں کی چیزوں کو اپنے استعمال میں لائے، لیکن مذکورہ مابعدالطبیعاتی امور میں صرف اور صرف وحی کی ماتحت رہے، نبوت ورسالت کے زیر اثر رہے، فرماتے ہیں دنیا کو مقصود ومطلوب بنانے نے انسان کو بے مقصد ونامراد کر دیا، کیونکہ دنیا مقصود بنانے کی چیز نہیں، عقل جزوی نے وحی کی اتباع سے آزاد ہو کر خود فیصلہ کرنا چاہا تو اس کی نقد سزا اسے یہ ملی کہ مادی کائنات میں الجھ کر اپنی حقیقی منزل سے محروم ہوگئی، اللہ تعالیٰ انبیائے کرام کے ذریعے انسان کو بہت آگے تک کی منزلوں پر لے جا کر فائز کرنا چاہتے ہیں، انبیاء کی اتباع اور ان پر ایمان سے محروم ہو کر عقل جزوی والے انسانوں نے اپنی منزل کھوٹی کر دی۔

یا اسفیٰ ویاحسرتا علی العباد.

فرماتے ہیں کہ اس عقل وخرد اور فہم ونالج سے جو عقلِ حیوانی والوں کو حاصل ہے، اور اس پر وہ خوش ومطمئن ہیں کہ ہم بڑے عقل مند ہیں، حتیٰ کہ انبیاء کی تعلیمات کو وحی کے بیان کردہ حقائق کو بھی خاطر میں نہیں لاتے (جیسے کہ روشن خیال مخلوق کا، کافروں کا، دھری سائنس دانوں اور فلاسفہ کا، نام نہاد سکالروں کا حال واضح ہے) تو اس عقل سے جہالت اور دیوانگی بہتر ہے کہ معمولی سمجھ بوجھ کا عام آدمی عقل کے نشے میں مست نہیں ہوتا، اپنی افلاطونیت کے پندار میں مبتلا نہیں ہوتا، اس لئے ایسے لوگ ایمان بھی جلدی لے آتے ہیں، اور انبیاء کی خبروں پر مطمئن ہو کر، جنت جہنم پر، آخرت پر، ایمان لا کر، حساب کتاب کو تسلیم کر کے، دنیا میں بھی ان عقائد وتعلیمات کے مطابق پابندی احکام واتباعِ شریعت والی زندگی گزارتے ہیں، کچھ بدعملی بھی کرتے ہوں، تب بھی عقیدہ اور نظریہ ان کا یہی ہوتا ہے کہ یہ کام اچھا ہے، یہ برا ہے، کیونکہ انبیاء نے وحی الٰہی نے ان کو اچھا بُرا بتایا ہے، اور مرنے کے بعد ان کا اچھا برا نتیجہ بھی ضرور سامنے آنے والا ہے، اس لئے وہ گناہ پر جری نہیں ہوتے، گناہ کو آرٹ، کلچر، روشن خیالی اور جدت پسندی، کے خوشنما غلافوں میں لپیٹ کر دین میں تحریف کے مرتکب نہیں ہوتے، بلکہ گناہ کو گناہ سمجھتے ہیں، اور آخرت کے مواخذے سے ڈرتے ہیں، اس لئے توبہ استغفار بھی کرتے ہیں، اور زندگی کے کسی بھی مرحلے میں اپنی کوتاہیوں کا احساس بھی ان کو ہو جاتا ہے، اور اس کے بعد کی زندگی کی اصلاح کر لیتے ہیں، اب دیکھو ان لوگوں کے پاس معمولی عقل تھی، لیکن یہ ان عقل جزوی والوں سے فائدہ میں رہے، یہ صرف دنیا ہی میں نہ الجھے، مادیت ہی کو قبلہ وکعبہ نہیں بنایا، اس لئے فرماتے ہیں کہ عقلِ جزوی والے ان افلاطونوں سے، تو یہ عام سیدھے سادھے مسلمان جو توحید رسالت، آخرت، حشر نشر، نبوت، مبدء ومعاد، جنت جہنم پر ایمان رکھتے ہیں، یہ زیادہ اچھی حالت میں رہے، اگر عقلِ جزوی والوں کے نزدیک یہ دقیانوسیت ہے، یہ جہالت ہے، تو مولانا فرماتے ہیں کہ یہ جہالت اور یہ دقیانوسیت تمہاری افلاطونیت سے لاکھ درجے بہتر ہے، جو افلاطونیت تمہیں توحید، رسالت کی اہمیت نہ سکھا سکی، تمہیں آخرت کے عالم سے واقف نہ کرا سکی، ؎

قلم بشکن، سیاہی بریز ودم درکش ‌ ‌ ‌ ‌ حسن ایں قصۂ عشق است در دفتر نمی گنجد

مولانا نے اسی بات کو دوسری جگہ یوں فرمایا ہے:

آزمودم عقل دور اندیش را ‌ ‌ ‌ ‌ بعد ازاں دیوانہ سازم خویش را

پیارے بچو! مولانا محمد ناصر

بہادر نوجوان

پیارے بچو! آج ہم آپ کو ایک بہادر نوجوان کا قصہ سناتے ہیں، ان کا نام تھا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ، سلمہ بن اکوع حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے، بڑے چُست اور پُھرتیلے تھے، اس زمانے میں بندوق تو تھی نہیں، بندوق کی جگہ تیراندازی ہوا کرتی تھی، یہ نوجوان تیراندازی میں بھی بڑے ماہر تھے۔

ایک دفعہ عجیب واقعہ ہوا، عرب کے شہر مدینہ سے باہر ایک جنگل تھا جس میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُونٹنیاں گھاس چرا کرتی تھیں، وہاں ایک دن اچانک کافر ڈاکوؤں نے حملہ کردیا، اور اونٹنیوں کے چرواہے کو قتل کردیا اور اونٹنیاں اپنے ساتھ لے گئے، یہ سب کچھ رات کے آخری حصے میں صبح کے وقت کے قریب ہوا۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ تیر کمان لئے ہوئے صبح کی اذان سے پہلے اسی جنگل کی طرف جارہے تھے کہ کسی نے ان کو اس واقعہ کی اطلاع دی، حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ فوراً ایک پہاڑ پر چڑھ گئے اور مدینہ کی طرف منہ کرکے زور سے اعلان کیا کہ ڈاکہ پڑ گیا ہے مدد کیلئے جلدی آؤ۔

یہ اعلان کرکے حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ خود اکیلے ان کافروں کے پیچھے دوڑے اور جلد ہی ان کے قریب پہنچ گئے اور ان پر تیر برسانے شروع کئے اور ساتھ ساتھ نعرہ لگا رہے تھے کہ میں اکوع کا بیٹا ہوں، آج سخت لڑائی کا دن ہے۔

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کا بہت پکا نشانہ تھا، اُن کا نشانہ ضائع نہ جاتا تھا، جس کافر کو لگتا وہ زخمی ہوکر یا ہلاک ہوکر گر پڑتا، پہلے تو کافر یہ سمجھتے رہے کہ بہت سارے مسلمان ہمارے پیچھے لگے ہوئے ہیں اور تیر چلا رہے ہیں اس لئے وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگتے گئے، مگر بعد میں ان کو اندازہ ہوگیا، کہ یہ ایک اکیلا لڑکا ہے جو ہمیں پریشان کررہا ہے، ان کافروں نے کئی بار کوشش کی کہ پلٹ کر حملہ کریں اور اس لڑکے کو پکڑ لیں مگر جیسے ہی کوئی کافر گھوڑا موڑ کر حضرت سلمہ کی طرف آتا، تو یہ کسی درخت یا پتھر کے پیچھے چُھپ جاتے اور تیر مار کر اس کے گھوڑے کو زخمی کردیتے، اس طرح وہ اپنی جان بچانے کے لئے واپس بھاگ جاتا۔

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے دیر تک ان کا پیچھا کیا، کافر اتنے پریشان ہوئے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لوٹی ہوئی اونٹنیاں بھی پیچھے چھوڑ دیں اور جان بچا کر تیزی سے بھاگنے کیلئے اپنے سفر کے سامان اور

زائد ہتھیار کا بوجھ بھی چھوڑتے چلے گئے، تیس چادریں، اور تیس نیزے انہوں نے راستے میں پھینکے اور بھاگتے چلے گئے۔

آگے چل کر ان کافروں کی ایک اور جماعت مدد کیلئے مل گئی، اب ان کی جان میں جان آئی اور سب نے مل کر حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کو گھیرنے کی کوشش کی، حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ ایک پہاڑ پر چڑھ گئے اور للکار کر کہا کہ:

میں اکوع کا بیٹا ہوں، قسم ہے اس ذات کی جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عزت دی ہے تم میں سے کوئی مجھے نہیں پکڑ سکتا، اور میں جس کو چاہوں پکڑ سکتا ہوں۔

وہ لوگ گھبرا کر رک گئے، حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو باتوں میں لگائے رکھا، تا کہ مدینہ سے مسلمانوں کی مدد آ جائے، کچھ دیر بعد دُور سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم گھوڑوں پر سوار آتے ہوئے دکھائی دیے۔

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ ایک بار پھر ان کے پیچھے دوڑے، دیر تک ان کا پیچھا کرتے رہے یہاں تک کہ شام ہوگئی، بھاگنے والے کافر ایک تالاب کے پاس رک گئے تا کہ پانی پی لیں، مگر جب حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کو آتے دیکھا تو خوف کے مارے برا حال ہوگیا، پانی پیئے بغیر بھاگ کھڑے ہوئے۔

ان میں سے ایک آدمی ذرا پیچھے رہ گیا، حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے دوڑتے دوڑتے ایک پہاڑی کی گھاٹی میں اس کو پکڑ لیا اور تیر چلاتے ہوئے یہ نعرہ لگایا کہ:

میں اکوع کا بیٹا ہوں، آج ذلیل لوگوں کی ہلاکت کا دن ہے۔

تیر اس کے کندھے سے پار ہوگیا اور وہ تکلیف سے چلاتا ہوا بولا:

ارے تو وہی صبح والا اکوع کا بیٹا ہے ابھی تک ہمارے پیچھے لگا ہوا ہے۔

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ہاں اپنی جان کے دشمن میں وہی صبح والا اکوع کا بیٹا ہوں۔

اس کے بعد حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے کافروں کے دو گھوڑے اپنے قبضے میں لئے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، دیکھا کہ کافر جو اونٹنیاں چادریں اور نیزے چھوڑ گئے تھے صحابۂ کرام نے ان کو مالِ غنیمت کے طور پر جمع کر لیا ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک دوسرے ساتھی، حضرت بلال رضی اللہ عنہ ایک اونٹنی ذبح کر کے اس کی کلیجی اور کوھان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھون رہے تھے۔

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ سو آدمی میرے ساتھ کردیں تو میں دشمنوں کا پیچھا کرکے ان کو ختم کردوں گا، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نوجوان کی بہادری اور ہمت پر بہت زیادہ خوشی ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس دیئے اور فرمایا اب مزید پیچھا کرنے کی ضرورت نہیں وہ لوگ اپنے قبائل میں پہنچ گئے ہیں۔

رات بھر آرام کرکے صبح جب مدینہ منورہ کی طرف واپسی ہوئی تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ اپنی اونٹنی پر بٹھانے، اور اُن کو پیدل فوج میں سب سے بہتر پیدل چلنے والا آدمی ہونے کا اعزاز عطا فرمایا۔

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کے لئے اس سے بڑھ کر خوشی کی بات بھلا اور کیا ہوسکتی تھی۔

دیکھا دوستو! ایک تنہا نوجوان نے کتنے کافروں کو مار بھگایا ایسی جرائت اور ہمت اسی کو ملتی ہے جو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی سے ڈرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچتا ہے پھر اسے دنیا کی کسی طاقت کا خوف نہیں رہتا، بلکہ سب لوگ اسی سے ڈرتے ہیں۔

(مسلم، رقم الحدیث ۱۸۰۷، کتاب الجهاد والسير، باب غزوة ذی قرد وغيرها)

بزمِ خواتین مفتی ابوشعیب

خواتین سے متعلق بنیادی شرعی احکام اور اصلاحی مضامین کا سلسلہ

معاف کرتے رہنا (قسط۲)

معزز خواتین: اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو دوسرے انسان سے مختلف مزاج دیکر پیدا فرمایا ہے۔کوئی سے دو انسان ایسے نہیں ہوں گے جن کا مزاج سو فیصد ایک جیسا ہو۔اور یقیناً اس میں اللہ تعالیٰ کی بہت ساری حکمتیں ہوں گی، اور پھر دوسری طرف انسان دوسرے انسانوں کے ساتھ مل جل کر رہنے پر بھی مجبور ہے، کوئی انسان یہ چاہے کہ تمام انسانوں سے کٹ کر بالکل الگ تھلگ رہ کر زندگی گزارے یہ ممکن نہیں ہے۔ جب انسان کا مزاج بھی دوسرے سے مختلف ہے اور آپس میں مل جل کر رہنا بھی ضروری ہے تو ان دونوں باتوں کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ہر انسان کو دوسرے انسان کی طرف سے تھوڑی یا زیادہ، بڑی یا چھوٹی باتیں مزاج کے خلاف زندگی بھر پیش آتی رہیں گی۔اس طرح کی خلاف مزاج باتیں والدین کو اولاد کی طرف سے، اور اولاد کو والدین کی طرف سے، میاں کو بیوی کی طرف سے اور بیوی کو میاں ک طرف سے، اسی طرح ساس بہو، نند بھاوج، دیورانی، جیٹھانی، بھائی، بہن، دوست، سہیلی اور ساتھ رہنے والوں، ایک جگہ کام کرنیوالوں، ساتھ سفر کرنیوالوں وغیرہ کی طرف سے بھی مزاج کے خلاف باتیں پیش آنا ہر انسان کے ساتھ لگا ہوا ہے اور زندگی بھر لگا رہتا ہے۔ایسے مواقع پر اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ ان خلاف مزاج باتوں کو برداشت کیا جائے، صبر وتحمل سے کام لیا جائے، دوسرے کی غلطی کو درگزر کیا جائے اور انتقام نہ لیا جائے۔

دوسرے کی زیادتی برداشت کرنا اور اس کو معاف کر دینا بڑے دل گردے کا کام ہے اور جتنا یہ مشکل ہے اتنا ہی اجر وثواب بھی عظیم ملتا ہے، قرآن کریم میں اس کام کو بڑی ہمت کے کاموں میں سے قرار دیا گیا ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے:

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِکَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (سورۃ شوری آیت ۴۳)

ترجمہ: اور البتہ جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا بلاشبہ یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے۔

تشریح: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک عمومی بات ارشاد فرمائی ہے کہ دوسرے کے ظلم زیادتی کو

Idara Ghufran

برداشت کرنا اور دوسرے کے قصور و غلطی کو معاف کر دینا بڑی ہمت اور صبر کے کاموں میں سے ہے، ہر شخص اس پرعمل کرنے کو تیار نہیں ہوتا، حالانکہ اس کا اجر وثواب بہت بڑا ہے۔

ایک حدیث شریف میں لوگوں کی ایذاء پر صبر کرنیوالے مسلمان کو لوگوں کی ایذاء پر صبر نہ کرنیوالے مسلمان کے مقابلے میں افضل قرار دیا گیا ہے:-

چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضور نبی کریم ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

اَلْمُؤْمِنُ الَّذِی یُخَالِطُ النَّاسَ، وَیَصْبِرُ عَلَی أَذَاهُمْ، أَعْظَمُ أَجْرًا مِنَ الْمُؤْمِنِ الَّذِی لَا یُخَالِطُ النَّاسَ، وَلَا یَصْبِرُ عَلَی أَذَاهُمْ (رواہ ابن ماجہ، باب الصبر علی البلآء، ص ۲۹۲)

ترجمہ: جو ایمان والا لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہتا ہو اور لوگوں کی (طرف سے پہنچنے والی) تکلیف دہ باتوں پر صبر کرتا ہو وہ اجر وثواب کے اعتبار سے اس شخص سے برتر ہے جو لوگوں کے ساتھ مل جل کر نہیں رہتا اور ان کی (طرف سے پہنچنے والی) تکالیف پر صبر نہیں کرتا (سنن ابن ماجہ)

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث شریف کو درج ذیل الفاظ کو ساتھ نقل فرمایا ہے:

اَلْمُسْلِمُ إِذَا کَانَ یُخَالِطُ النَّاسَ وَیَصْبِرُ عَلَی أَذَاهُمْ خَیْرٌ مِنَ الْمُسْلِمِ الَّذِی لَا یُخَالِطُ النَّاسَ وَلَا یَصْبِرُ عَلَی أَذَاهُمْ (رواہ الترمذی فی ابواب الزھد)

ترجمہ: مسلمان جب لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہتا ہو اور ان کی (طرف سے پہنچنے والی) تکالیف پر صبر کرتا ہو اس مسلمان سے بہتر ہے جو لوگوں کے ساتھ مل جل کر نہ رہتا ہو اور ان کی (طرف سے پہنچنے والی) تکالیف پر صبر نہ کرتا ہو (سنن ترمذی)

مصنف ابن ابی شیبہ میں اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

اَلْمُؤْمِنُ الَّذِی یُخَالِطُ النَّاسَ وَیَصْبِرُ عَلَی أَذَاهُمْ أَفْضَلُ مِنَ الَّذِی لَا یُخَالِطُ النَّاسَ، وَلَا یَصْبِرُ عَلَی أَذَاهُمْ (مصنف ابنِ ابی شیبۃ)

ترجمہ: وہ مومن جو لوگوں کے ساتھ ملتا جلتا ہو اور ان کی (طرف سے پہنچنے والی) تکالیف پر صبر کرتا ہو اس مومن سے افضل ہے جو لوگوں کے ساتھ نہ ملتا جلتا ہو اور ان کی (طرف سے پہنچنے والی) تکالیف پر صبر نہ کرتا ہو۔

معجم کبیر میں یہ حدیث یوں ہے:

اَلْمُؤْمِنُ الَّذی یُخَالِطُ النَّاسَ فَیُؤْذُونَهُ فَیَصْبِرُ عَلی أَذَاهُمْ، أَفْضَلُ مِنَ الْمُؤْمِنِ الَّذی لاَ یُخَالِطُ النَّاسَ فَیُؤْذُونَهُ فَیَصْبِر عَلی أَذَاهُمْ.

ترجمہ: وہ مومن جو لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہتا ہو، پس لوگ اسے تکلیف دیتے ہوں اور وہ ان کی (طرف سے پہنچنے والی) تکلیف پر صبر کرتا ہو اس مومن سے افضل ہے جو نہ لوگوں سے ساتھ مل جل کر رہتا ہو نہ لوگ اسے تکلیف پہنچاتے ہوں اور نہ وہ ان کی طرف سے پہنچنے والی تکالیف پر صبر کرتا ہو۔

تشریح: اس حدیث شریف سے درج ذیل باتیں معلوم ہوئیں۔

پہلی بات یہ معلوم ہوئی کہ لوگوں کو ساتھ گھل مل کر رہنا بالکل الگ تھلگ رہنے کے مقابلے میں افضل ہے (بشرطیکہ یہ گھل مل کر رہنا دوسروں کی خدمت کرنے، دوسروں کے حقوق ادا کرنے اور دوسروں کے کام آنے کی غرض سے ہو)

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ کہ لوگوں کے ساتھ گھل مل کر رہنا اور ان کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں پر صبر کرنا بہت فضیلت والا عمل ہے اس وجہ سے اس صبر کو صبر کی تمام اقسام میں سب سے بڑا صبر شمار کیا گیا ہے۔ اس طرح کے صبر کرنیوالے کو افضل، بہتر اور اجر وثواب کے اعتبار سے بڑا فرمایا گیا ہے۔ [۱]

ایک حدیث شریف میں مؤمن کو الفت ومحبت کا مرکز ومقام فرمایا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

اَلْمُؤْمِنُ مَأْلَفٌ، وَلَا خَیْرَ فِیمَنْ لَا یَأْلَفُ، وَلَا یُؤْلَفُ (مسند احمد، مسند أبی هريرة رضی الله عنه) [۲]

ترجمہ: مؤمن الفت ومحبت کا مقام ہے، اور اس شخص میں کوئی خیر (بھلائی) نہیں جو (خود بھی)

---

[۱] (المؤمن الذی یخالط الناس ویصبر علی أذاهم أفضل من المؤمن الذی لا یخالط الناس ولا یصبر علی أذاهم) ومن ثم عدوا من أعظم أنواع الصبر الصبر علی مخالطة الناس وتحمل أذاهم واعلم أن الله لم یسلطهم علیک إلا لذنب صدر منک فاستغفر الله من ذنبک واعلم أن ذلک عقوبة منه تعالی وکن فیما بینهم سمیعا لحقهم أصم عن باطلهم نطوقا بمحاسنهم صموتا عن مساوئهم (فیض القدیر)

[۲] اسی طرح کے الفاظ معجم کبیر للطبرانی اور سنن کبریٰ للبیہقی میں بھی منقول ہیں۔

الفت نہیں کرتا، اوراس کے ساتھ بھی الفت نہیں کی جاتی (احمد، بیہقی)

تشریح: اس حدیث شریف میں حضور اقدس ﷺ نے مؤمن کو 'مألف' قرار دیا، مألف کا مفہوم بتاتے ہوئے شارحین نے فرمایاہے کہ یہ مصدر میمی ہے، اور فاعل ومفعول دونوں کے معنیٰ میں استعمال کیا گیاہے، اور مطلب اس کا یہ ہے کہ مؤمن کی شان یہ ہے کہ وہ خود بھی دوسروں کے ساتھ الفت ومحبت کرتاہے، اور دوسرے بھی اس کے ساتھ الفت ومحبت کرتے ہیں، یعنی مؤمن کوایسا ہونا چاہئے کہ دوسروں کے دلوں میں اس کی محبت، اس کی طرف کشش پائی جائے، اور دوسرے اس کے قریب آنے، اس کے پاس بیٹھنے اوراس سے ملاقات کرنے کو پسند کریں اور یہ تب ہی ہوسکتا ہے جبکہ وہ مؤمن خود دوسروں سے محبت والفت اور حسنِ سلوک کے ساتھ پیش آتاہو، اور دوسروں کی مختلف مواقع پر حسبِ حیثیت مدد کرتاہو، اور دوسروں کی ملاقات کو پسند کرتاہو (ملاحظہ ہو: مرقاۃ المفاتیح، ج۹ص۲۴۳)

پھر یہ فرمایا کہ اس شخص میں کوئی خیر وبھلائی نہیں جونہ الفت ومحبت کرتاہو، نہ اس سے الفت ومحبت کی جائے۔

افراد واقوام کے درمیان الفت ومحبت کا ہونا دراصل اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا (سورة آلِ عمران، آیت نمبر ۱۰۳)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا یہ انعام اپنے اوپر یاد رکھو کہ جب تم آپس میں دشمن تھے، تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت (ومحبت) ڈال دی، سوتم اس کی (اس) نعمت (کی برکت) سے بھائی بھائی بن گئے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ باہمی الفت ومحبت اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے، اور یہ نعمت اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنے، دوسروں کے حقوق ادا کرنے، دوسروں سے اخلاق کے ساتھ پیش آنے اور بڑوں کا حسب مرتبہ ادب واحترام کرنے اور چھوٹوں پر شفقت کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

اس لئے آپس میں مل جل کر رہنے اور دوسروں کی ناگوار باتوں کو برداشت کرنے اور معاف کرنے کی عادت اپنانی چاہئے۔

اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں۔ آمین (جاری ہے.....)

آپ کے دینی مسائل کا حل ادارہ

روزہ داروں کی خطرناک غلطی

سوال

آج کل عام طور پر دیکھنے میں آتا ہے کہ رمضان المبارک کے مہینے میں روزہ دار سحری کھاتے کھاتے اتنی دیر کر دیتے ہیں کہ فجر کی اذانیں شروع ہوجاتی ہیں، اور بعض لوگ اس وقت تک سحری کھاتے پیتے رہتے ہیں، جب تک اذان کی آواز کانوں میں نہ آتی رہے، جبکہ بہت سی اذانیں صبح صادق کے بعد ہوتی ہیں۔

ہوٹلوں پر بھی یہ صورتِ حال دیکھنے میں آتی ہے کہ لوگ دیر تک سحری کھاتے پیتے رہتے ہیں۔

کیا اس طرح سحری کھانے والوں کا روزہ درست ہوجائے گا؟

اور اس سلسلہ میں شریعت کی تعلیم کیا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب

روزہ کا وقت صبح صادق سے شروع ہوجاتا ہے، اور سورج غروب ہونے تک جاری رہتا ہے، اس پورے وقت میں روزہ کی نیت سے کھانے پینے اور روزہ توڑنے والی چیزوں سے بچنے کا نام روزہ ہے۔ [1]

اب اگر کوئی روزہ کے آخری وقت میں یعنی سورج غروب ہونے سے ایک لمحہ پہلے بھی جان بوجھ کر کچھ کھا، پی لے، تو اس کا روزہ صحیح اور درست نہیں ہوتا (جیسا کہ ہر عام وخاص کو معلوم ہے) [2]

---

[1] وفی الشرع :عبارة عن إمساک مخصوص، وھو الإمساک عن المفطرات الثلاث بصفة مخصوصة، وھو قصد التقرب من شخص مخصوص وھو المسلم، بصفة مخصوصة وھی الطھارة عن الحیض والنفاس فی زمان مخصوص، وھو بیاض النھار من طلوع الفجر الثانی إلی غروب الشمس(الاختیارلتعلیل المختار، ج ۱ ص ۱۲۵ ، کتاب الصوم)

[2] قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَكُلُوْاوَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ(سورہ بقرہ آیت ۱۸۷)

ترجمہ:اور کھاؤ پیو اس وقت تک کہ تم کو سفید دھاگہ صبح کا متمیز ہوجائے سیاہ دھاگہ سے (ترجمہ ختم)

اس آیت میں سفید دھاگے سے بیاضُ النہار (یعنی دن کی سفیدی جو صبح صادق سے شروع ہوتی ہے) مراد ہے، اور سیاہ دھاگے سے سوادُ اللیل (یعنی رات کی تاریکی) مراد ہے۔ ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اسی طرح اگر کوئی صبح صادق سے ایک لمحہ بعد بھی جان بوجھ کر کچھ کھا، پی لے، خواہ سحری کی نیت سے ہی ہو، تو اس کا روزہ بھی صحیح اور درست نہیں ہوگا، بلکہ شروع ہی نہیں ہوگا، پھر اس کے ختم یا پورے ہونے کے کیا معنیٰ؟ ۱؎

مگر افسوس ہے کہ آج کل روزہ کے آخری وقت میں تو اس کا بہت اہتمام کیا جاتا ہے کہ سورج غروب ہونے سے پہلے روزہ افطار نہ کیا جائے، لیکن بہت سے لوگ روزہ کے شروع ہونے کے وقت بہت غفلت کرتے ہیں، اور صبح صادق ہوجانے کے باوجود کھاتے پیتے رہتے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ ابھی تک اذان کی آواز آرہی ہے۔ حالانکہ اذان تو فجر کی نماز کے لئے ہوتی ہے، جس کا وقت صبح صادق ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے، اور روزہ عین صبح صادق سے شروع ہوجاتا ہے، اور اس کا وقت عام طور پر روزانہ کے حساب سے مختلف ہوتا اور بدلتا رہتا ہے۔

لہٰذا صبح صادق ہونے کے ایک لمحہ بعد بھی کچھ کھا پی لیا جائے، تو روزہ درست اور صحیح نہ ہوگا، اگرچہ فجر کی اذان کیوں نہ ہو رہی ہو۔

اس لئے صبح صادق ہونے پر بلکہ احتیاطاً کچھ پہلے ہی سحری کھانا بند کردینا چاہئے، اگرچہ ابھی کوئی اذان بھی شروع نہ ہوئی ہو، اور سحری کے اوقات مستند نقشوں میں ملاحظہ کرنا چاہئے، اور چند منٹوں کی وجہ سے دن بھر کے روزہ کو ضائع کرکے فاقہ کشی کی نذر نہیں کرنا چاہئے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ (ملاحظہ ہو: بخاری، حدیث نمبر ۱۷۸۳، وحدیث نمبر ۴۱۵۰؛ مسلم، حدیث نمبر ۱۸۲۴؛ ابوداؤد، حدیث نمبر ۲۰۰۲؛ ترمذی، حدیث نمبر ۲۸۹۶؛ نسائی، حدیث نمبر ۲۱۴۰؛ مصنف ابنِ ابی شیبۃ، جزء۲ صفحہ ۴۴۳)

اس آیت میں رات کی تاریکی کو سیاہ خط اور صبح کی روشنی کو سفید خط کی مثال سے بتلا کر روزہ شروع ہونے اور کھانا پینا حرام ہوجانے کا صحیح وقت متعین فرمادیا۔ کھانے پینے اور روزہ کے درمیان حدِ فاصل صبح صادق کا یقین ہے، صبح صادق کے ہوجانے کے بعد کھانے پینے میں مشغول رہنا حرام اور روزے کو فاسد کرنے والا ہے، اگرچہ ایک ہی منٹ کے لئے ہو۔

سحری کھانے میں وسعت اور گنجائش صرف اسی وقت تک ہے جب تک صبح صادق کا یقین نہ ہو۔

بہرحال قرآن کریم نے جو حد بندی فرمادی ہے وہ صبح صادق کا ہوجانا ہے اس کے بعد ایک منٹ کے لئے بھی کھانے پینے کی اجازت دینا نصِ قرآن کی خلاف ورزی ہے اور نصِ قرآنی کی صریح مخالفت کو کون مسلمان برداشت کرسکتا ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو معارف القرآن ج۱ص ۴۵۴ تا ۴۵۶، وتفسیر مظہری ج۱)

۱؎ إذا شک فی الفجر فالأفضل أن یدع الأکل، ولو أکل فصومه تام ما لم یتیقن أنه أکل بعد الفجر فیقضی حینئذ کذا فی فتح القدیر .وإن کان أکبر رأیه أنه تسحر والفجر طالع فعلیه قضاؤه عملا بغالب الرأی، وفیه الاحتیاط وعلی ظاهر الروایة لا قضاء علیه کذا فی الهدایة، وهو الصحیح کذا فی السراج الوهاج .هذا إذا لم یظهر له شیء، ولو ظهر أنه أکل، والفجر طالع یجب علیه القضاء، ولا کفارة علیه هکذا فی التبیین (الفتاویٰ الهندیة، ج ۱ ص ۱۹۴، کتاب الصوم، الباب الاول)

ہوٹل والوں کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ سحری کا وقت ختم ہونے کے بعد لوگوں کو سحری کے عنوان سے کھانا فراہم نہ کریں، اور انہیں حکمت کے ساتھ بتلا دیں، ورنہ وہ بھی دوسروں کے روزے ضائع ہونے کے گناہ میں شریک سمجھے جائیں گے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ سحری ختم کرنے کا اصل معیار اور دار و مدار صبح صادق ہونے پر ہے نہ کہ اذان یا کسی دوسری چیز پر۔ اور اذان تو دراصل فجر کی نماز کے لئے دی جاتی ہے نہ کہ سحری ختم کرنے کے لئے۔

یہی وجہ ہے کہ رمضان المبارک کے سحر و افطار کے جو نقشے اور جنتریاں شائع ہوتی ہیں ان میں بھی روزمرہ کے اعتبار سے ایک، آدھ منٹ کے فرق کے ساتھ پورے مہینہ کی تفصیل درج کی جاتی ہے۔

اگر سحری کا معیار اذان ہوتی تو ان تمام جنتریوں میں خوامخواہ روزمرہ کی الگ الگ اتنی تفصیل لکھنے کی کیا ضرورت تھی؟ پھر اگر اذان ہی کو معیار قرار دینا ہے تو اس اذان کا معیار کیا ہوگا کیونکہ اذانوں کا سلسلہ بھی دیر تک چلتا رہتا ہے۔

غرضیکہ یہ طرزِ عمل شریعت کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ عقل کے بھی خلاف ہے۔ [۱]

---

[۱] بعض لوگ ایک حدیث سے صبح صادق کے بعد کھاتے پیتے رہنے کی غلط فہمی میں مبتلا ہیں، اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

إِذَا سَمِعَ أَحَدُكُمُ النِّدَاءَ وَالإِنَاءُ عَلَى يَدِهِ فَلاَ يَضَعْهُ حَتَّى يَقْضِيَ حَاجَتَهُ مِنْهُ (ابو داؤد، کتاب الصوم، باب فی الرجل یسمع النداء و الإناء علی یده)

کہ ’’جب تم میں سے کوئی نداء سنے اور برتن اس کے ہاتھ میں ہو تو اس برتن کو اس وقت تک نہ رکھے جب تک کہ اس سے اپنی ضرورت پوری نہ کرلے‘‘

اس کے یہ معنیٰ مراد لینا جو ان لوگوں نے سمجھے ہیں غلط ہیں کیونکہ یہ معنیٰ مراد لینا قرآن مجید کی صریح مخالفت ہے قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ سحری کی انتہاء صبح صادق پر ہو جاتی ہے۔

وَذَهَبَ الْجُمْهُور إِلَى اِمْتِنَاع السُّحُور بِطُلُوعِ الْفَجْر ، وَهُوَ قَوْل الْأَئِمَّة الْأَرْبَعَة ، وَعَامَّة فُقَهَاء الْأَمْصَار (عون المعبود ، کتاب الصوم، باب فی الرجل یسمع النداء و الإناء علی یده)

اور اس حدیث میں نہ تو سحری کا ذکر ہے، نہ ہی فجر کی اذان کا ذکر ہے اور نہ ہی رمضان کا ذکر ہے اور نہ ہی صاف طور پر اذان کا لفظ موجود ہے بلکہ ’’نداء‘‘ کا لفظ ہے، اب اس وسیع مفہوم کو ذہن میں رکھتے ہوئے اس حدیث کے جو صحیح مطالب بیان فرمائے گئے ہیں وہ ملاحظہ فرمائیں:

(۱) اس حدیث کا روزے سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ اصل مقصد یہ ہے کہ جب کھانے پینے کی کوئی چیز ہاتھ میں ہو اور اس حال میں اذان ہو جائے تو وہ چیز کھا پی لے، اذان سننے یا اس کا جواب دینے کے لئے فوراً وہ کھانا پینا چھوڑنا ضروری نہیں، بلکہ اس کے کھانے پینے کی اجازت ہے۔

(۲) حدیث میں ’’نداء‘‘ کا لفظ ہے اذان کا نہیں جس سے اقامت (یعنی جماعت کھڑی ہونے کی تکبیر) بھی مراد ہو سکتی ہے جس کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر کوئی پانی وغیرہ پی رہا ہو اور اس حال میں اقامت شروع ہو جائے تو پانی وغیرہ پی کر اطمینان سے جماعت میں شریک ہو سکتا ہے، فوراً وہ پانی وغیرہ چھوڑنا ضروری نہیں۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لہٰذا سحری کے ختم کرنے کی بنیاد صبح صادق کو بنانا چاہئے نہ کہ فجر کی اذان کو اور اس کا وقت عام طور پر جنتریوں میں لکھا ہوتا ہے، مستند کیلنڈر اور جنتریوں میں درج شدہ وقت کو اپنی گھڑیوں کے ساتھ ملا کر آسانی سے سحری ختم ہونے کا وقت معلوم کیا جاسکتا ہے۔

خصوصاً جبکہ گھڑیاں اور گھنٹے بھی گھر گھر میں موجود ہیں، جن سے روزمرّہ کے کاموں میں مدد حاصل کی جاتی ہے اور جنتریاں اور سحر وافطار کے نقشہ بھی آسانی سے حاصل ہو جاتے ہیں۔

(مگر نہ جانے کیوں جانتے بوجھتے ہوئے لوگ نہ ان نقشوں کو دیکھتے ہیں اور نہ ہی گھڑیوں کی طرف توجہ کرتے ہیں، اس کی وجہ سوائے غفلت کے اور کیا ہوسکتی ہے؟)

اور آج کل لوگوں کو غلط فہمی سے بچانے اور روزوں کی اصلاح کے لئے آگاہ کرنے کا یہ طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے کہ مسجدوں وغیرہ میں سحری کا وقت ختم ہونے سے کچھ پہلے لاؤڈ اسپیکر وغیرہ پر سحری بند کرنے کا اعلان کردیا جائے، یا کسی جگہ سائرن وغیرہ بجایا جائے، پھر چند منٹ کے وقفہ سے صبح صادق ہو جانے کا یقین ہونے کے بعد اپنے وقت پر فجر کی اذان دی جائے، تاکہ روزہ بھی اپنی جگہ صحیح ہو جائے اور فجر کی اذان بھی اپنے وقت پر ادا ہو۔ فقط واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

محمد رضوان ۱۸/شعبان/۱۴۳۲ھ 21/جولائی/2011 بروز جمعرات

ادارہ غفران، راولپنڈی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(۳) یہ دراصل افطار سے متعلق ہے اور مطلب یہ ہے کہ مغرب کی اذان ہو جائے اور وہ افطار کر رہا ہو تو اس کا جواب دینے کے لئے افطار موقوف نہ کرے (یہ بالکل بے غبار توجیہ ہے)

وقال ابن حجر تبعا للطيبي إيماء ويصح أن يراد من الحديث طلب تعجيل الفطر أي إذا سمع أحدكم نداء المغرب وصادف ذلك أن الإناء في يده لحالة أخرى فليبادر بالفطر منه ولا يؤخر إلى وضعه(مرقاة، كتاب الصوم، باب في مسائل متفرقة)

(۴) یہ اس صورت میں ہے کہ جب روزہ دار کو معلوم ہو کہ اذان ہی صبح صادق سے پہلے ہو رہی ہے، تو وہ سحری میں کھانا پینا جاری رکھ سکتا ہے، کیونکہ سحری کا تعلق صبح صادق سے ہے نہ کہ اذان سے۔

وهذا إذا علم أو ظن عدم الطلوع وقال ابن الملك هذا إذا لم يعلم طلوع الصبح أما إذا علم أنه قد طلع أو شك فيه فلا (مرقاة، كتاب الصوم، باب في مسائل متفرقة)

(۵) اس حدیث میں وہ اذان مراد ہے جو حضور ﷺ کے دور میں خاص غرض سے صبح صادق سے پہلے دی جاتی تھی۔

وقال الخطابي هذا مبني على قوله عليه الصلاة والسلام أن بلالا يؤذن بليل فكلوا واشربوا حتى يؤذن ابن أم مكتوم(مرقاة، كتاب الصوم، باب في مسائل متفرقة)

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو"بذل المجہود شرح ابوداؤد ج۴ص۱۴۰کتاب الصوم واحسن الفتاویٰ ج۴ص۴۵۳تا۴۵۴)

Idara Ghufran

کیا آپ جانتے ہیں؟ مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

اچھے اور بُرے خواب (قسط ۱)

انسان کو سونے کی حالت میں جو مختلف قسم کے خواب نظر آتے ہیں، شریعتِ مطہرہ نے ان پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، اور ان کی حقیقت اور ان پر مرتب ہونے والے ثمرہ کا بھی ذکر کیا ہے۔

مگر آج کل بہت سے لوگ شریعت کی ان مضبوط و مستحکم تعلیمات و ہدایات سے ناواقف یا غافل نظر آتے ہیں، اور خواب کے بارے میں نظریاتی و عملی طور افراط وتفریط میں مبتلا پائے جاتے ہیں، اور عوام الناس کے ساتھ ساتھ بعض اہلِ علم حضرات بھی اس سلسلہ میں کئی غلط فہمیوں کا شکار ہیں۔

اس لئے مستند و معتبر احادیث کی روشنی میں اس موضوع پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

خواب کتنی طرح کا ہوتا ہے؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلرُّؤْيَا ثَلَاثٌ، فَرُؤْيَا حَقٌّ، وَرُؤْيَا يُحَدِّثُ بِهَا الرَّجُلُ نَفْسَهُ، وَرُؤْيَا تَحْزِيْنٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ فَمَنْ رَاٰى مَا يَكْرَهُ فَلْيَقُمْ فَلْيُصَلِّ (ترمذی، رقم الحدیث ۲۲۸۰،باسناد صحیح)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ خواب تین طرح کا ہوتا ہے، ایک حق خواب، دوسرا وہ خواب جس میں آدمی اپنے نفس سے گفتگو کرتا ہے (یعنی نفسانی وخیالی خواب) اور تیسرا شیطان کی جانب سے غم پیدا کرنے والا خواب، پس جو شخص مکروہ اور ناپسندیدہ خواب دیکھے، تو اسے چاہئے کہ وہ کھڑا ہو، پھر نماز پڑھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں نبی ﷺ کے یہ الفاظ مروی ہیں کہ:

اَلرُّؤْيَا ثَلَاثٌ: فَبُشْرٰى مِنَ اللّٰهِ، وَحَدِيْثُ النَّفْسِ، وَتَخْوِيْفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ، فَإِنْ رَاٰى أَحَدُكُمْ رُؤْيَا تُعْجِبُهُ فَلْيَقُصَّهَا، إِنْ شَاءَ، وَإِنْ رَاٰى شَيْئًا يَكْرَهُهُ، فَلَا يَقُصَّهُ

Idara Ghufran

عَلٰی أَحَدٍ، وَلْيَقُمْ يُصَلِّيْ (سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ٣٩٠٦، مسند احمد، رقم الحديث ٩١٢٩) ۱؎

ترجمہ: خواب تین طرح کا ہوتا ہے، ایک اللہ کی جانب سے خوشخبری والا، اور دوسرا حدیثِ نفس (یعنی نفسانی وخیالی خواب) اور تیسرا شیطان کی طرف سے خوف اور ڈر دلانے والا خواب، پس تم میں سے جو کوئی ایسا خواب دیکھے، جو اسے اچھا لگے، تو اسے چاہئے کہ اگر وہ چاہے، تو اسے (کسی خیر خواہ کے سامنے) بیان کردے، اور اگر کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھے، تو اسے کسی کے سامنے بیان نہ کرے، بلکہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ:

فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ لَا تَكَادُ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ تَكْذِبُ، وَأَصْدَقُكُمْ رُؤْيَا أَصْدَقُكُمْ حَدِيْثًا. وَالرُّؤْيَا ثَلَاثَةٌ: اَلرُّؤْيَا الْحَسَنَةُ بُشْرٰى مِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَالرُّؤْيَا يُحَدِّثُ بِهَا الرَّجُلُ نَفْسَهٗ، وَالرُّؤْيَا تَحْزِيْنٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ، فَإِذَا رَأٰى أَحَدُكُمْ رُؤْيَا يَكْرَهُهَا، فَلَا يُحَدِّثُ بِهَا أَحَدًا، وَلْيَقُمْ فَلْيُصَلِّ ،وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَّأَرْبَعِيْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّةِ (مسند احمد، رقم الحديث ٧٦٤٢، واللفظ له، ورقم الحديث ١٠٥٩٠، سنن دارمی، رقم الحديث ٢١٨٩) ۲؎

ترجمہ: آخری زمانہ میں (یعنی جب قیامت کا زمانہ قریب ہوگا) تو مومن کا خواب قریب ہے کہ جھوٹا نہ ہو، اور تم میں زیادہ سچے خواب والا وہ شخص ہے، جو بات کے اعتبار سے زیادہ سچا ہو، اور خواب تین طرح کا ہوتا ہے، ایک اچھا خواب، جو کہ اللہ عزوجل کی جانب سے خوشخبری ہے، اور دوسرا وہ خواب جس میں آدمی اپنے آپ سے گفتگو کرتا ہے (یعنی نفسانی وخیالی خواب) اور تیسرا شیطان کی طرف سے غمگین کرنے والا خواب، پس جب تم میں سے کوئی مکروہ وناپسندیدہ خواب دیکھے، تو اسے کسی کے سامنے بیان نہ کرے بلکہ کھڑا ہو کر نماز پڑھے۔ اور نبی ﷺ نے فرمایا کہ مومن کا (سچا واچھا خواب) نبوت کا چھیالیسواں جزو ہے (ترجمہ ختم)

۱؎ فی حاشية مسند احمد: حديث صحيح، وهذا إسناد قوی، هوذة صدوق لا بأس به، وباقی رجال الإسناد ثقات من رجال الشيخين.

۲؎ فی حاشية مسند احمد: إسناده صحيح على شرط الشيخين.

اورحضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ان الفاظ میں مروی ہے کہ:

إِنَّ الرُّؤْيَا ثَلَاثٌ: مِنْهَا أَهَاوِيْلُ مِنَ الشَّيْطَانِ لِيَحْزُنَ بِهَا ابْنَ آدَمَ، وَمِنْهَا مَا يَهُمُّ بِهٖ الرَّجُلُ فِيْ يَقْظَتِهٖ، فَيَرَاهُ فِيْ مَنَامِهٖ، وَمِنْهَا جُزْءٌ مِّنْ سِتَّةٍ وَّأَرْبَعِيْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّةِ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ۳۹۰۷،باسناد صحيح)

ترجمہ: خواب تین طرح کا ہوتا ہے، ایک ان میں سے شیطان کی طرف سے گھبراہٹ پیدا کرنے والے خواب ہیں، تاکہ شیطان ان کے ذریعہ سے ابنِ آدم کو غمگین کرے، اور دوسرے وہ خواب ہیں، جن کا آدمی اپنی بیداری کی حالت میں ارادہ وخواہش کرتا ہے، پھر اس کو اپنی نیند میں دیکھ لیتا ہے،اور تیسرا خواب وہ ہے، جو نبوت کا چھیالیسواں جزو ہے(ترجمہ ختم)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ خواب تین طرح کا ہوتا ہے۔

ایک خواب حق تعالیٰ کی طرف سے سچا، نیک اور اچھا خواب ہوتا ہے، جس میں مومن بندہ کو خوش کیا جاتا ہے،اور سب سے سچا خواب اس شخص کا ہوتا ہے، جو بیداری کی حالت میں سچا ہو،ایسے خواب کے بارے میں احادیث میں ہے کہ اگر چاہے تو کسی کو بیان کردے،اور دیگر احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایسے شخص کے سامنے بیان کرے کہ جو اس سے محبت وہمدردی رکھتا ہو، بغض وعناد نہ رکھتا ہو، اور سچا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔

اور دوسرا خواب وہ ہے کہ جو انسان کے خیالات اور سوچوں پر مشتمل ہوتا ہے،اس کا دماغ جو کچھ سوچ وفکر کر رہا ہوتا ہے، ویسا ہی اس کو خواب نظر آجاتا ہے۔

اور تیسرا خواب شیطانی ہوتا ہے، جس کا مقصد مومن کو غمگین کرنا اور خوف میں مبتلا کرنا ہے، جب ایسا پریشان کن اور خوف یا غم پیدا کرنے والا خواب نظر آئے،تو اسے کسی کے سامنے بیان نہ کرنا چاہئے، اور اٹھ کر نماز پڑھنی چاہئے، اور اگر کوئی ''اعوذ باللہ'' پڑھ لے، اور تین مرتبہ بائیں طرف تھتکار دے، تو بھی ٹھیک ہے، جس کی تفصیل دوسری احادیث میں آئی ہے، اور ان کا ذکر آگے آتا ہے۔

برے خواب کے نقصان سے بچنے کا طریقہ

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ مِنَ اللّٰهِ، وَالْحُلُمُ مِنَ

الشَّيْطَانِ، فَإِذَا حَلَمَ أَحَدُكُمْ حُلُمًا يَخَافُهُ فَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ، وَلْيَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّهَا، فَإِنَّهَا لَا تَضُرُّهُ(بخاری، رقم الحدیث ۳۲۹۲)

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا کہ نیک صالح خواب اللہ کی جانب سے ہے،اور پریشان کن خواب شیطان کی طرف سے ہے، پس جو شخص خواب میں مکروہ وناپسندیدہ چیز دیکھے،تو اسے چاہئے کہ وہ اپنی بائیں جانب تین مرتبہ تھتکار دے،اور شیطان سے تعوذ کرے(یعنی اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھے)تو یہ خواب اس کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا(ترجمہ ختم)

اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ:

اَلرُّؤْيَا الْحَسَنَةُ مِنَ اللّٰهِ، فَإِذَا رَأٰى أَحَدُكُمْ مَا يُحِبُّ فَلَا يُحَدِّثْ بِهٖ إِلَّا مَنْ يُحِبُّ، وَإِذَا رَأٰى مَا يَكْرَهُ فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّهَا، وَمِنْ شَرِّ الشَّيْطَانِ، وَلْيَتْفِلْ ثَلَاثًا، وَلَا يُحَدِّثْ بِهَا أَحَدًا، فَإِنَّهَا لَنْ تَضُرَّهُ(بخاری، رقم الحدیث ۷۰۴۴)

ترجمہ:اچھا خواب اللہ کی جانب سے ہے،پس جب تم میں سے کوئی پسندیدہ خواب دیکھے،تو اپنے سے محبت کرنے والے شخص سے ہی اس کو بیان کرے،اور جب مکروہ وناپسندیدہ خواب دیکھے،تو اللہ تعالیٰ کے ذریعہ سے اس کے شر سے اور شیطان کے شر سے پناہ مانگے،اور تین مرتبہ(بائیں طرف)تھتکار دے،اور اس کو کسی کے سامنے بیان نہ کرے،پس وہ اس کو ہرگز بھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا(ترجمہ ختم)

اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ان الفاظ میں مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ:

اَلرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ مِنَ اللّٰهِ، وَالرُّؤْيَا السُّوْءُ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَمَنْ رَأٰى رُؤْيَا فَكَرِهَ مِنْهَا شَيْئًا فَلْيَنْفُثْ عَنْ يَسَارِهِ، وَلْيَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ، لَا تَضُرُّهُ وَلَا يُخْبِرْ بِهَا أَحَدًا، فَإِنْ رَأٰى رُؤْيَا حَسَنَةً، فَلْيُبْشِرْ وَلَا يُخْبِرْ إِلَّا مَنْ يُحِبُّ (مسلم، رقم الحدیث ۲۲۶۱)

ترجمہ: نیک صالح خواب اللہ کی جانب سے ہے،اور برا خواب شیطان کی طرف سے ہے، پس جو شخص کوئی خواب دیکھے، اور اس میں کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھے،تو اپنی بائیں جانب

(تین مرتبہ) تھتکار دے، اوراللہ تعالیٰ کے ذریعہ سے شیطان سے پناہ چاہے، تو وہ خواب اس کو کوئی بھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا، اوراس خواب کی کسی کو خبر نہ دے، اوراگر اچھا خواب دیکھے تو اس سے خوشخبری حاصل کرے، اوراپنے سے محبت رکھنے والے کو ہی اس کی خبر کرے (ترجمہ ختم)

اورحضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

إِذَا رَأٰى أَحَدُكُمُ الرُّؤْيَا يَكْرَهُهَا، فَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ ثَلَاثًا وَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ ثَلَاثًا، وَلْيَتَحَوَّلْ عَنْ جَنْبِهِ الَّذِیْ كَانَ عَلَيْهِ (مسلم، رقم الحديث ۲۲۶۲)

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی مکروہ وناپسندیدہ خواب دیکھے، تو اسے چاہئے کہ اپنی بائیں طرف تین مرتبہ تھوتھو کردے، اور اللہ تعالیٰ کے ذریعہ سے شیطان سے تین مرتبہ پناہ چاہے (یعنی تین مرتبہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھے) اورجس کروٹ پر پہلے تھا، اس کو بدل دے (ترجمہ ختم)

اورحضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، رَأَيْتُ الْبَارِحَةَ فِيْمَا يَرَى النَّائِمُ كَأَنَّ عُنُقِیْ ضُرِبَتْ، فَسَقَطَ رَأْسِیْ، فَاتَّبَعْتُهُ، فَأَخَذْتُهُ فَأَعَدْتُهُ مَكَانَهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا لَعِبَ الشَّيْطَانُ بِأَحَدِكُمْ، فَلَا يُحَدِّثَنَّ بِهِ النَّاسَ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۴۳۸۳) [1]

ترجمہ: نبی ﷺ کے پاس ایک آدمی حاضر ہوا، اوراس نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! میں نے گزشتہ رات اس چیز میں کہ جس میں کہ سونے والا دیکھتا ہے (یعنی خواب میں) یہ دیکھا کہ گویا کہ میری گردن ماردی گئی ہے، پھر میرا سرا الگ ہوکر گر پڑا، پھر میں اس کی طرف گیا، اور پھر میں نے اسے لے کر اپنے جگہ واپس لگادیا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب شیطان تم میں سے کسی کے ساتھ کھیل کرے (یعنی شیطانی خواب غم یا خوف دلانے والا نظر آئے) تو اس کو لوگوں سے ہرگز بیان نہ کرے (ترجمہ ختم)

---

[1] فی حاشية مسند احمد: حديث صحيح، وهذا إسناد قوی علی شرط مسلم.

اورحضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: إِذَا رَأٰى أَحَدُكُمُ الرُّؤْيَا يُحِبُّهَا، فَإِنَّهَا مِنَ اللّٰهِ، فَلْيَحْمَدِ اللّٰهَ عَلَيْهَا وَلْيُحَدِّثْ بِهَا، وَإِذَا رَأٰى غَيْرَ ذٰلِكَ مِمَّا يَكْرَهُ، فَإِنَّمَا هِيَ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَلْيَسْتَعِذْ مِنْ شَرِّهَا، وَلَا يَذْكُرْهَا لِأَحَدٍ، فَإِنَّهَا لَنْ تَضُرَّهُ (بخاری، رقم الحديث ۷۰۴۵)

ترجمہ: انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے آپ کا یہ ارشاد سنا کہ جب تم میں سے کوئی ایسا خواب دیکھے، جس کو وہ پسند کرتا ہے، تو وہ اللہ کی جانب سے ہے، اس پر اللہ کی حمد بیان کرے، اور چاہے تو اس کو (کسی محبت کرنے والے سے) بیان کردے، اور جب اس کے علاوہ کوئی مکروہ اور ناپسندیدہ خواب دیکھے، تو وہ شیطان کی طرف سے ہے، پس اس کے شر سے پناہ مانگے، اور کسی سے اس کا ذکر نہ کرے، تو وہ اس کو ہرگز بھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا (ترجمہ ختم)

اورحضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

(لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيَاةِ الدُّنْيَا) قَالَ: اَلرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ، يُبَشَّرُهَا الْمُؤْمِنُ، هِيَ جُزْءٌ مِنْ تِسْعَةٍ وَّأَرْبَعِيْنَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ، فَمَنْ رَأٰى ذٰلِكَ فَلْيُخْبِرْ بِهَا، وَمَنْ رَأٰى سِوَى ذٰلِكَ، فَإِنَّمَا هُوَ مِنَ الشَّيْطَانِ لِيُحْزِنَهُ، فَلْيَنْفُثْ عَنْ يَسَارِهِ ثَلَاثًا، وَلْيَسْكُتْ، وَلَا يُخْبِرْ بِهَا أَحَدًا (مسند احمد، رقم الحديث ۷۰۴۴) [1]

ترجمہ: ان لوگوں کے لئے دنیا کی زندگی میں خوشخبری ہے، یعنی نیک صالح خواب ہیں، جن کے ذریعہ سے مومن کو خوشخبری دی جاتی ہے، اور وہ نبوت کا انچاسواں جزو ہے، پس جو شخص یہ (نیک صالح) خواب دیکھے، تو اسے چاہئے کہ (اپنے سے محبت کرنے والے شخص کو) اس کو بیان کردے، اور جو اس کے علاوہ (ناپسندیدہ) خواب دیکھے، تو وہ شیطان کی طرف سے ہے، تاکہ وہ اس کو غمگین کرے، پس (ایسی صورت میں) اپنے بائیں طرف تین مرتبہ تھتکار دے، اور (اس خواب سے) خاموشی اختیار کرے، اور اس کی کسی کو خبر نہ کرے (ترجمہ ختم)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مومن بندہ کے لئے اچھا اور خوش کرنے والا خواب اللہ تعالیٰ کی جانب سے

---

[1] فی حاشية مسند احمد: صحيح لغيره، ابن لهيعة -وإن كان فی حفظه شیء -متابع، وباقی رجاله ثقات رجال الصحيح، غير دراج -وهو ابن سمعان أبو السمح-، وهو صدوق، روى له أصحاب السنن.

ہوتا ہے، جس پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے، اور اللہ تعالیٰ سے خیر کی توقع وامید رکھنی چاہئے، اور اگر چاہے تو اسے کسی محبت وخیر خواہی رکھنے والے کے سامنے بیان کردینا چاہئے، مگر ایسا کرنا ضروری نہیں، بلکہ اپنی چاہت پر موقوف ہے، اور نہ ہی بیان کرنے کا مقصد تعبیر حاصل کرنا ہے، کیونکہ خواب کی تعبیر معلوم کرنا ضروری نہیں، لیکن کسی بغض وعناد رکھنے والے کے سامنے بیان نہیں کرنا چاہئے۔

اور اس کے برعکس اگر کوئی غم یا خوف پیدا کرنے والا خواب نظر آئے، تو اسے نفس وشیطان کی طرف سے سمجھنا چاہئے، اور ایسا خواب نظر آنے پر تین مرتبہ بائیں طرف تھتکار دینا چاہئے، اور اگر ہوسکے تو اٹھ کر وضو کرکے نماز پڑھ لینی چاہئے، یا ''اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم'' پڑھ لینی چاہئے، اور اس کے بعد سونے کی ضرورت ہو، تو کروٹ بدل کر سوجانا چاہئے، اور ایسا خواب کسی کے سامنے بھی بیان نہیں کرنا چاہئے، اور مذکورہ عمل کی خاصیت وتاثیر یہ ہے کہ برے سے برے خواب کے ضرر ونقصان سے بھی حفاظت ہوجاتی ہے۔

لیکن آج کل برا خواب نظر آنے کے بعد اس کو جگہ جگہ بیان کیا جاتا ہے، اور اس کی تعبیر معلوم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، مگر مسنون عمل اختیار نہیں کیا جاتا، یہ طرزِ عمل درست نہیں، اور قابلِ اصلاح ہے (جاری ہے)

نقشہ اوقاتِ نماز، سحر وافطار (برائے راولپنڈی واسلام آباد شہر)

(مسجدوں، مدرسوں، دفتروں اور گھروں کے لئے یکساں مفید)

قیمت (کارڈ) -/70 روپے قیمت (آرٹ پیپر) -/50 روپے

جاری کردہ: ادارہ غفران، چاہ سلطان، راولپنڈی 051-5507270-55075030

عبرت کدہ ﴿اِنَّ فِیُ ذَالِکَ لَعِبُرَۃً لِّاُولِی الْاَ بْصَارِ﴾ ابوجویریہ

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت یوسف علیہ السلام (قسط۱۳)

حضرت یوسف کا گناہ سے بچ کر نکلنا اور عزیزِ مصر سے ملاقات

عزیزِ مصر کی بیوی نے جب حضرت یوسف علیہ السلام کو گناہ کی دعوت دی، تو حضرت یوسف علیہ السلام برہانِ ربی کا مشاہدہ کر کے اس کی دعوت کو رد کرتے ہوئے دروازے کی طرف بھاگے، عزیزِ مصر کی بیوی آپ کو پکڑنے کے لئے پیچھے دوڑی، اور حضرت یوسف علیہ السلام کا کُرتہ پیچھے سے پکڑ کر آپ کو باہر جانے سے روکنا چاہا، لیکن حضرت یوسف علیہ السلام نہ رکے، جس کی وجہ سے حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتہ پھٹ گیا، مگر حضرت یوسف علیہ السلام دروازہ سے باہر نکل آئے، اور ان کے پیچھے پیچھے زلیخا بھی باہر نکل آئی۔ ۱؎

جب حضرت یوسف علیہ السلام اور زلیخا دونوں دروازہ سے باہر آئے، تو دیکھا کہ دروازے پر عزیزِ مصر کھڑے ہیں، اب زلیخا سہم گئی، اور فوراً ایک نئی بات بنا ڈالی، اور حضرت یوسف علیہ السلام پر بہتان باندھتے ہوئے کہا کہ جو شخص آپ کے بیوی سے برے کام کا ارادہ کرے، تو اس کے سزا اس کے سوا کیا ہوسکتی ہے کہ اس کو قید میں ڈالا جائے، یا کوئی دوسری سخت جسمانی سزا دی جائے۔ ۲؎

۱؎ بعض تاریخی روایتوں میں آتا ہے کہ دروازے پر تالہ لگا ہوا تھا، لیکن جب حضرت یوسف علیہ السلام دوڑ کر دروازے تک پہنچے، تو تالہ خودبخود کھل کر گیا۔

وَغَـلَّـقَـتِ الْأَبْوابَ لانه أراد الباب الّذى هو المخرج من الدار -ولـمـا هـرب يوسف جعل فراش القفل تتناثر وتسقط(التفسير المظهرى، تحت آيت ۲۵ من سورة يوسف)

وتـقـدم أنّ الأبـواب سبـعة ، فـكـان تـنفتح له الأبواب باباً باباً من غير مفتاح ، على ما نقل عن كعب أن فراش القفل كان يتناثر ويسقط ، حتى خرج من الأبواب .ويحتمل أن تكون الأبواب المغلقة ليست على الترتيب بـابـاً فـبـابـاً ، بل تكون فى جهات مختلفة كلها منافذ للمكان الذى كانا فيه ، فاستبقا إلى باب يخرج منه .ولا يكون السابع على الترتيب ، بل أحدها (تفسير البحرالمحيط، تحت آيت ۲۵ من سورة يوسف)

۲؎ **قوله تعالى :(واستبـقا الباب) يـعـنـى يـوسف والمرأة ، تبادرا إِلى الباب يجتهد كل واحد منهما أن يسبـق صـاحبـه ، وأراد يـوسف أن يسبـق ليـفتـح البـاب ويخرج ، وأرادت هى إِن سبقت إِمساك الباب لئلا يخرج ، فأدركته فتعلقت بقميصه من خلفه ، فجذبته إِليها ، فقدَّت قميصه من دبر ، أى :قطعته من خلفه ،**

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت یوسف علیہ السلام اپنی پیغمبرانہ شرافت کی وجہ سے غالباً اس کا راز فاش نہ فرماتے، مگر جب زلیخا نے خود ہی پیش قدمی کر کے حضرت یوسف علیہ السلام پر تہمت باندھی، تو مجبور ہو کر حضرت یوسف علیہ السلام نے حقیقت کا اظہار کر دیا کہ میں تو بے گناہ ہوں، اصل میں یہ خود مجھ سے اپنا مطلب نکالنے کے لئے مجھے پھسلا رہی تھی۔ [1]

چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَه مِنْ دُبُرٍ وَّاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ قَالَتْ مَا جَزَاءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْءً اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (سورة یوسف آیت ۲۵)

ترجمہ: اور دونوں دروازے کی طرف دوڑے اور اس عورت نے اس (یوسف علیہ السلام) کی قمیص پیچھے سے پھاڑ دی اور دونوں نے اس (عورت) کے شوہر کو دروازے کے پاس پایا، اس عورت نے کہا کیا سزا ہے اس کی، جس نے تیرے گھر والی کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا، سوائے اس کے کہ اسے قید کیا جائے، یا دردناک سزا ہو۔

معاملہ بڑا نازک تھا، اور عزیزِ مصر کے لئے اس کا فیصلہ سخت دشوار تھا، کہ ان میں سے کس کو سچا سمجھے، اور شہادت اور ثبوت کا مرحلہ بھی مشکل تھا۔

مگر اللہ تعالیٰ جس طرح اپنے برگزیدہ بندوں کو گناہ سے بچا لیتے ہیں، اور ان کو معصوم و محفوظ رکھتے ہیں، اسی طرح دنیا میں ان کو رسوائی سے بچانے کا انتظام معجزانہ انداز سے فرما دیتے ہیں، اور عموماً ایسے مواقع پر ایسے چھوٹے بچوں سے کام لیا گیا ہے، جو عادۃً بولنے اور بات کرنے کے قابل نہیں ہوتے، مگر بطورِ معجزہ ان کو اللہ تعالیٰ بولنے کی طاقت عطا فرما کر اپنے مقبول بندوں کی برائت کا اظہار

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لأنه كان هو الهارب وهى الطالبة له .قال المفسرون :قطعت قميصه نصفين ، فلما خرجا ، ألفيا سيدها ، أى :صادفا زوجها عند الباب ، فحضرها فى ذلك الوقت كيد ، فقالت سابقةً بالقول مبرِّئةً لنفسها من الأمر (ما جزاءُ من أراد بأهلك سوءاً) قال ابن عباس :تريد الزنا (إِلا أن يسجن) أى :ما جزاؤه إِلا السجن (أو عذاب أليم) تعنى الضرب بالسياط (تفسير زاد المسير لابن الجوزى، تحت آيت ۲۵ من سورة يوسف)

[1] قال العلماء: لما برأت نفسها، ولم تكن صادقة فى حبه -لأن من شأن المحب إيثار المحبوب -قال": هى راودتنى عن نفسى "نطق يوسف بالحق فى مقابلة بهتها وكذبها عليه .قال نوف الشامى وغيره : كأن يوسف عليه السلام لم يبن عن كشف القضية، فلما بغت به غضب فقال الحق(تفسير القرطبى تحت آيت ۲۵ من سورة يوسف)

فرمادیتے ہیں۔ ۱؎

چنانچہ اس واقعہ میں ایک چھوٹے بچے کو اللہ تعالیٰ نے گویائی عطا فرمادی، اور اس نے نہایت عاقلانہ اور حکیمانہ انداز میں حضرت یوسف علیہ السلام کا بے گناہ ہونا ثابت کیا۔ (جاری ہے......)

۱؎ جس طرح حضرت مریم علیہا السلام پر جب لوگ تہمت باندھنے لگے، تو صرف ایک دن کے بچے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے گویائی عطا فرما کر ان کی والدہ کی پاکی ظاہر فرمادی۔

کما قال تعالیٰ:

فَأَتَتْ بِهِ قَوْمَهَا تَحْمِلُهُ قَالُوا يَا مَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا.يَا أُخْتَ هَارُونَ مَا كَانَ أَبُوكِ امْرَأَ سَوْءٍ وَمَا كَانَتْ أُمُّكِ بَغِيًّا.فَأَشَارَتْ إِلَيْهِ قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا . قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا.وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنْتُ وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا.وَبَرًّا بِوَالِدَتِي وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا.وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا

(سورة مريم آيت ۲۷ تا ۳۳)

اور بنی اسرائیل کے ایک بزرگ جریج پر اسی طرح کی ایک تہمت ایک بڑی سازش کے ساتھ باندھی گئی، تو نوزائیدہ بچہ نے ان کی برائت کے لئے شہادت دی۔

کما فی الحدیث:

قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :نَادَتِ امْرَأَةٌ ابْنَهَا وَهُوَ فِي صَوْمَعَةٍ، قَالَتْ :يَا جُرَيْجُ، قَالَ :اللَّهُمَّ أُمِّي وَصَلاَتِي، قَالَتْ :يَا جُرَيْجُ، قَالَ :اللَّهُمَّ أُمِّي وَصَلاَتِي، قَالَتْ :يَا جُرَيْجُ، قَالَ :اللَّهُمَّ أُمِّي وَصَلاَتِي، قَالَتْ :اللَّهُمَّ لاَ يَمُوتُ جُرَيْجٌ حَتَّى يَنْظُرَ فِي وُجُوهِ المَيَامِيسِ، وَكَانَتْ تَأْوِي إِلَى صَوْمَعَتِهِ رَاعِيَةٌ تَرْعَى الغَنَمَ، فَوَلَدَتْ، فَقِيلَ لَهَا :مِمَّنْ هَذَا الوَلَدُ؟ قَالَتْ :مِنْ جُرَيْجٍ، نَزَلَ مِنْ صَوْمَعَتِهِ، قَالَ جُرَيْجٌ :أَيْنَ هَذِهِ الَّتِي تَزْعُمُ أَنَّ وَلَدَهَا لِي؟ قَالَ :يَا بَابُوسُ، مَنْ أَبُوكَ؟ قَالَ :رَاعِي الغَنَمِ "(بخاری، رقم الحدیث ۱۲۰۶)

علماء، مشائخ، ماہرینِ علومِ دینیہ اورارباب فتویٰ کے لئے خصوص پیشکش

دینی مدارس، علمی مراکز، اور دینی وتحقیقی اداروں کے لئے مفید سلسلہ

ادارہ غفران ٹرسٹ، راولپنڈی کے ترجمان ماہنامہ ''التبلیغ'' کا

علمی وتحقیقی سلسلہ نمبر (20)

''بحالتِ احرام جوتے وموزے پہننے کا حکم''

﴿خواہش مند حضرات، ناظم ماہنامہ ''التبلیغ'' ادارہ غفران سے رجوع فرمائیں﴾

طب وصحت

مفتی محمد رضوان

کھجور کے فوائد وخواص (پانچویں وآخری قسط)

نبیذ یعنی کھجور کا شربت

عربی زبان میں نبیذ، ایسے پانی یا شربت کو کہا جاتا ہے، جس میں کھجور وغیرہ ڈال دی جائے، تاکہ اس کی مٹھاس اور اثرات پانی میں منتقل ہوجائیں۔ [1]

رسول اللہ ﷺ سے اس طرح کھجور وغیرہ کا نبیذ وشربت کا استعمال ثابت ہے، کیونکہ یہ بھی صحت کے لئے مفید ہے، پانی کی خاصیت ٹھنڈی ہے، اور کھجور کی خاصیت گرم ہے، اور نبیذ بن جانے سے اس کی خاصیت معتدل بن جاتی ہے، اور اس مشروب میں پتلے اور رقیق ہونے کی وجہ سے جسم میں جلدی سرایت کر کے جزوِ بدن بننے کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ يُنْتَبَذُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ سِقَاءٍ، فَإِذَا لَمْ يَجِدُوْا سِقَاءً نُبِذَ لَهٗ فِىْ تَوْرٍ مِّنْ حِجَارَةٍ (مسلم، رقم الحديث، ۱۹۹۹، واللفظ لهٗ، مسند احمد، رقم الحديث ۱۴۲۸۹)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مشکیزے میں نبیذ تیار کی جاتی تھی اور جب کبھی مشکیزہ نہ ملتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پتھر کے پیالے میں نبیذ بنائی جاتی تھی (ترجمہ ختم)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَ يُنْبَذُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ سِقَاءٍ يُوْكَأُ أَعْلَاهُ، وَلَهٗ عَزْلَاءُ يُنْبَذُ غُدْوَةً فَيَشْرَبُهٗ عِشَاءً، وَيُنْبَذُ عِشَاءً فَيَشْرَبُهٗ غُدْوَةً (سنن ابی داوٗد، رقم الحديث ۳۷۱۱)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایسے مشکیزہ میں نبیذ بنائی جاتی تھی، جس کے منہ پر بند باندھا گیا ہوتا تھا، اور آپ کے پاس ایک ایسا مشکیزہ بھی ہوتا جو دو منہ والا تھا، جس میں صبح کو نبیذ بنائی جاتی اور پھر اسے آپ رات کے کھانے کے وقت پی لیا کرتے تھے اور رات کو

---

[1] قلت :النبيذ فعيل بمعنى مفعول، وهو الماء الذى ينتبذ فيه تمرات لتخرج حلاوتها إلى الماء (عمدة القارى للعينى، ج۳ص ۱۷۸، كتاب الوضوء، باب لا يجوز الوضوء بالنبيذ ولا بالمسكر)

وفى المصابيح :نبيذ تمر، وهو ماء يلقى فيه تمرات ليحلو، وقيل :النبيذ هو التمر أو النبيذ المنبوذ أى: الملقى فى الماء لتغيير ملوحته ومرارته إلى الحلاوة (مرقاة المفاتيح ، ج۲ص ۴۵۲، كتاب الطهارة، باب احكام المياه)

بنائی جاتی تو صبح کو پی لیا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْتَبَذُ لَهُ أَوَّلَ اللَّيْلِ، فَيَشْرَبُهُ إِذَا أَصْبَحَ يَوْمَهُ ذٰلِكَ، وَاللَّيْلَةَ الَّتِىْ تَجِيْءُ، وَالْغَدَ وَاللَّيْلَةَ الْأُخْرٰى، وَالْغَدَ إِلَى الْعَصْرِ، فَإِنْ بَقِيَ شَيْءٌ سَقَاهُ الْخَادِمَ، أَوْ أَمَرَ بِهٖ فَصُبَّ (مسلم، رقم الحديث ۲۰۰۴)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کے لئے رات کے شروع میں نبیذ تیار کی جاتی تھی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اس دن کی صبح اور آنے والی رات کو پی لیتے تھے، پھر اگلے دن اور اگلی رات کو اور پھر تیسرے دن عصر تک پی لیا کرتے تھے، اور پھر اگر اس میں سے کچھ بچ جاتی تو آپ ﷺ اسے خادم کو پلا دیتے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے گرانے کا حکم فرما دیتے (ترجمہ ختم)

نبیذ یعنی کھجور وغیرہ کے شربت کا استعمال اس وقت تک جائز ہے، جب تک کہ وہ میٹھی حالت میں ہو، اور اس میں کوئی تبدیلی پیدا نہ ہو، اور اُبال وغیرہ نہ اٹھے۔

اور رسول اللہ ﷺ کا بعض اوقات تیسرے دن بچے ہوئے نبیذ کے شربت کو خادم کو پلانے، اور بعض اوقات گرا دینے کا حکم فرمانے کی محدثین نے یہ وجہ بیان فرمائی ہے کہ جب تک وہ اپنی حالت پر میٹھا ہوتا تھا، اور اس میں تغیُّر پیدا نہیں ہوتا تھا، اس وقت تو خادم کو پلا دیتے تھے، اور جب اس میں کچھ تغیر و تبدیلی محسوس فرماتے تھے، تو اس وقت گروا دیتے تھے، تاکہ اس کے نشہ وغیرہ کے اثرات سے حفاظت رہے۔

کیونکہ نبیذ کا استعمال اس وقت تک ہی جائز ہے، جب تک اس میں تغیر پیدا نہ ہوا ہو، اور اس میں نشے کے اثرات داخل نہ ہوئے ہوں۔ [1]

---

[1] فی هذه الأحاديث دلالة على جواز الانتباذ وجواز شرب النبيذ ما دام حلوا لم يتغير ولم يغل وهذا جائز بإجماع الأمة وأما سقيه الخادم بعد الثلاث وصبه فلأنه لايؤمن بعد الثلاث تغيره وكان النبى صلى الله عليه وسلم يتنزه عنه بعد الثلاث وقوله (سقاه الخادم أو صبه) معناه تارة يسقيه الخادم وتارة يصبه وذلک الاختلاف لاختلاف حال النبيذ فإن كان لم يظهر فيه تغير ونحوه من مبادء الإسكار سقاه الخادم ولايريقه لأنه مال تحرم إضاعته ويترک شربه تنزها وإن كان قد ظهر فيه شيء من مبادیء الإسكار والتغير أراقه لأنه إذا أسكر صار حراما ونجسا فيراق ولايسقيه الخادم لأن المسكر لايجوز سقيه الخادم كما لايجوز شربه وأما شربه صلى الله عليه وسلم قبل الثلاث فكان حيث لاتغير ولامبادیء تغير ولاشک أصلا والله أعلم،وأما قوله فى حديث عائشة (ينبذ غدوة فيشربه عشاء وينبذعشاء فيشربه غدوة) فليس مخالفا لحديث بن عباس فى الشرب إلى ثلاثلأن الشرب فى يوم لا يمنع الزيادة وقال بعضهم لعل حديث عائشة كان زمن الحر وحيث يخشى فساده فى الزيادة على يوم وحديث بن عباس فى زمن يؤمن فيه التغير قبل الثلاث وقيل حديث عائشة محمول على نبيذ قليل يفرغ فى يومه وحديث بن عباس فى كثير لايفرغ فيه والله أعلم (شرح النووى علىٰ مسلم، ج۱۳ ص ۱۷۳، ۱۷۴، كتاب الاشربة،باب إباحة النبيذ الذى لم يشتد ولم يصر مسكرا)

اخبارِ ادارہ مولانا محمد امجد حسین

ادارہ کے شب وروز

□......۲۱/۲۸/ رجب و۵/۱۲/۱۹/ شعبان بروز جمعہ متعلقہ مساجد میں حسبِ معمول وعظ ومسائل کی نشستیں منعقد ہوتی رہیں۔

□......۲۳/۳۰ رجب و۷/ شعبان بروز اتوار، بعد عصر ہفتہ وار اصلاحی مجالسِ ملفوظات منعقد ہوتی رہیں۔

□......۲۰/ رجب، جمعرات ادارہ کے اساتذہ وارکان اور حضرت مدیر صاحب بغرضِ تفریح مری تشریف لے گئے، صبح سے شام تک یہ تفریحی دورہ مکمل ہوا، مغرب کو واپسی ہوئی، مری میں مرکزی جامع مسجد میں مفتی خالد حسین عباسی صاحب دامت برکاتہم کے ہاں سب سے پہلے جانا ہوا، ان کے ہاں ناشتہ کیا، کچھ دیر دارالافتاء میں حضرت مدیر صاحب اور عباسی صاحب کی علمی نشست ہوئی، انہوں نے مسجد ومدرسہ کا دورہ کرایا، نو بجے کے قریب وہاں سے فراغت ہوئی، مجلسِ ختمِ نبوت، راولپنڈی کے ذمہ داران بھی ختمِ نبوت کورس کرانے کے سلسلے میں وہاں موجود تھے، ان سے مجالست وبات چیت ہوئی۔

□......۲۹/ رجب، بعد عشاء، مولوی فرحان صاحب (جو حضرت مدیر کے بھتیجے اور جناب حکیم محمد فیضان صاحب کے صاحبزادے ہیں) کا ولیمہ المعراج شادی ہال، کمیٹی چوک میں ہوا، جس میں حضرت مدیر صاحب اور حکیم فیضان صاحب کے اعزہ واحباب اور ادارہ کے افراد شریک ہوئے، مولوی فرحان صاحب کا عقدِ نکاح اپنی چچازاد بہن جناب فرقان صاحب (پاکستان آٹوز) کی صاحبزادی سے ہوا۔

□......۶/ شعبان، ہفتہ، حضرت مولانا مفتی محمد انور اوکاڑوی صاحب دامت برکاتہم (جامعہ خیرالمدارس، ملتان، برادر: مولانا امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ) کچھ دیگر اہلِ علم کے ہمراہ عصر کو دارالافتاء میں تشریف لائے، حضرت مدیر صاحب سے ملاقات اور علمی مجالست ہوئی، بعد مغرب معزز مہمانوں کی واپسی ہوئی۔

□......۱۴/ شعبان اتوار بعد مغرب ادارہ غفران کا سالانہ یومِ والدین کا جلسہ منعقد ہوا، جس میں زیرِ تعلیم بچوں کے والدین، اعزہ ومتعلقین کے علاوہ دیگر لوگ بھی شریک ہوئے، جلسہ میں مفتی محمد یونس صاحب کا بیان ہوا، شبِ برأت کے متعلق افراط وتفریط سے ہٹ کر شرعی احکام وفضائل بیان کئے اور بچوں کی تعلیم وتربیت کے حوالے سے اور والدین واولاد کے باہم حقوق وفرائض کے حوالے سے مفید اور ضروری باتیں ارشاد فرمائیں، بیان کے بعد سالانہ امتحانات کے نتائج سنائے گئے، اور نمایاں کامیابی حاصل کرنے والے بچوں کو انعامات پیش کئے گئے، اس کے بعد اختتامی دعا ہوئی، بعد میں اذان ونمازِ عشاء پڑھی گئی، اور تقریباً دس بجے یہ سلسلہ بخیر وخوبی اختتام کو پہنچا۔

□......۱۷/ شعبان، بدھ، دوپہر کو مولوی محمد عثمان صاحب (طالب علم: تخصص فی الفقہ، ادارہ غفران) کے ولیمہ میں ادارہ کے چند اساتذہ شرکت کے لئے فتح جنگ تشریف لے گئے، عصر سے قبل واپسی ہوئی۔

اخبارِ عالم ✍ حافظ غلام بلال

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم و مفید حالات وواقعات، حادثات و تغیرات

✍ 21 جون/2011ء بمطابق ۱۸/رجب المرجب 1432ھ: پاکستان: ایبٹ آباد واقعہ/سلیم شہزاد قتل، جسٹس جاوید، اور جسٹس ثاقب تحقیقاتی کمیشنوں کے سربراہ مقرر ✍ 22 جون/: پاکستان: کالعدم تنظیم حزب التحریر سے رابطوں کا الزام، پاک فوج کا بریگیڈیئر علی خان گرفتار ✍ 23 جون/: پاکستان: کالعدم تنظیم حزب التحریر سے رابطے، 4 میجر بھی شاملِ تفتیش ✍ 24 جون/: پاکستان: یوٹیلٹی سٹورز پر 100 سے زائد اشیاء 279 روپے تک مہنگی، نوٹیفکیشن جاری ✍ 25 جون/: پاکستان: ملک کے مختلف حصوں میں شدید گرمی سے 25 افراد جاں بحق، لوڈ شیڈنگ کے خلاف زبردست مظاہرے، پرتشدد واقعات ✍ 26 جون/: پاکستان: ڈیرہ اسماعیل خان، تھانے پر خودکش حملہ، 2 خودکش دھماکے، 12 اہل کار جاں بحق، خاتون بمبار سمیت 5 افراد ہلاک ✍ 27 جون/: پاکستان: آزاد کشمیر کا الیکشن، پولنگ سٹیشنوں پر فائرنگ لڑائی جھگڑے، بیسیوں زخمی، لاہور میں انتخابات ملتوی ✍ 28 جون/: پاکستان: آزاد کشمیر میں وزارتِ عظمیٰ کے لئے جوڑ توڑ، پیپلز پارٹی کی مسلم کانفرنس، آزاد ارکان کو حکومت میں شمولیت کی دعوت ✍ 29 جون/: پاکستان: نیٹو کے نام پر 22 ہزار کنٹینرز کی بغیر ڈیوٹی کلیئرنس، 50 ارب کا نقصان ✍ ہالینڈ میں ذبح پر پابندی کا بل منظور ✍ 30 جون/: پاکستان: مہران بیس پر حملہ کرنے والوں کو اندر سے مدد ملی، بحریہ حکام کی قائمہ کمیٹی کو بریفنگ ✍ یکم/جولائی/: پاکستان: پیٹرول 3، ڈیزل 2 روپے لیٹر، سستا، ہائی اوکٹین 2.20 روپے مہنگا، بجلی کی قیمتوں میں 56 پیسے فی یونٹ کمی ✍ پنجاب میں سی این جی 3، سندھ میں 2 روز بند رکھنے کا فیصلہ ✍ 02 جولائی/: پاکستان: وزیر اعظم کے سمری مسترد کرنے پر، سپریم کورٹ نے ظفر قریشی (این آئی سی ایل اسکینڈل کے سابق تفتیشی افسر) کے تبادلے کا نوٹیفکیشن معطل کر دیا ✍ 03 جولائی/: پاکستان: این آئی سی ایل کیس، ظفر قریشی نے چارج سنبھالتے ہیں پرانی تفتیشی ٹیم واپس مانگ لی ✍ مزدوری کے لئے افغانستان گئے 17 پاکستانی نامعلوم افراد کی فائرنگ سے جاں بحق ✍ 04 جولائی/: پاکستان: مختلف شہروں میں طوفانی بارشوں نے تباہی مچادی، چھتیں اور دیواریں گرنے سے 13 افراد جاں بحق 50 زخمی ✍ 05 جولائی/: پاکستان: ڈسپلن کی خلاف ورزی پر ظفر قریشی معطل، ایف آئی اے کے 36 افسران تبدیل ✍ نئے پے اسکیلز جاری، ایڈہاک ریلیف، مہنگائی الاؤنسز تنخواہ میں ضم ✍ مالیاتی اصلاحات کے نفاذ میں سیاسی دشواریاں حائل ہیں، واجب الاداء قرض 5594 ارب ہوگیا، مہنگائی پر قابو پانے کے لئے سرکاری قرضوں پر پابندی لگائی جائے، سٹیٹ بینک کی سہ ماہی رپورٹ جاری ✍ 06 جولائی/: پاکستان: کراچی میں فائرنگ، گھروں پر حملے، 13 ہلاک، 30 زخمی ✍ ایبٹ آباد کمیشن نے اسامہ کے خاندان کے باہر جانے پر

پابندی لگادی ⁂ 07 جولائی/: پاکستان: بدترین لوڈ شیڈنگ، لاہور میں ہر گھنٹے بعد دو گھنٹے کے لئے بجلی بند، کئی شہروں میں احتجاجی مظاہرے ⁂ 08 جولائی/: پاکستان: کراچی، بسوں پر فائرنگ، جلاؤ، گھیراؤ، مزید 37 ہلاک، شر پسندوں کو دیکھتے ہی گولی مارنے کا حکم ⁂ 09 جولائی/: پاکستان: کراچی، چوتھے روز بھی موت کا رقص، مزید 35 ہلاک، متاثرہ علاقے رینجرز کے حوالے، ایف سی بھی طلب اسلام آباد: فیڈرل بورڈ کے میٹرک کے نتائج کا اعلان، طالبات بازی لے گئیں، مجموعی نتیجہ 79.94 فیصد رہا ⁂ 10 جولائی/: پاکستان: سندھ میں کمشنری اور بلدیاتی نظام کے علاوہ پرانے ڈویژن واضلاع بھی بحال کردیئے گئے ⁂ کراچی میں امن بحال، 225 افراد گرفتار، اسلحہ برآمد، رحمان ملک کا منظور وسان کے ہمراہ متاثرہ علاقوں کا دورہ ⁂ 11 جولائی/: پاکستان: سندھ کے 5 ڈویژنز، اضلاع بحال، کراچی کی شہری حکومت ختم ⁂ 12 جولائی/: پاکستان: سہالہ فوجی اسلحہ ڈپو میں 3 دھماکے، ایک جوان شہید، 3 زخمی ⁂ بٹگرام: امیر مقام کے جلسے سے قبل خودکش حملہ، 7 افراد جاں بحق، 26 زخمی ⁂ 13 جولائی/: پاکستان: درآمدی ایل پی جی کی قیمت میں 18 روپے فی کلو اضافہ، مارکیٹنگ کمپنیاں انوائس جاری کرنے کی پابند ⁂ اسلام آباد ہائی وے پر مسافر بس میں ہولناک آتشزدگی 10 افراد زندہ جل گئے ⁂ 14 جولائی/: ہندوستان: ممبئی میں 3 بم دھماکے، 21 ہلاک، 141 زخمی، پاکستان کی طرف سے مذمت ⁂ 15 جولائی/: پاکستان: پنجاب کابینہ نے ییلو کیب سکیم کی باضابطہ منظوری دے دی، جنوبی پنجاب کے لئے 40 فیصد کوٹہ ⁂ 19 جولائی/: پاکستان: پنجاب حکومت اور چینی کمپنی میں ماس ٹرانزٹ منصوبے کی مفاہمت کی یادداشت پر دستخط، نورینکو کمپنی فیروز پور روڈ پر 27 کلومیٹر لمبی ریل لائن بچھائے گی ⁂ 17 جولائی/: افغانستان: سلامتی کونسل نے 14 سابق طالبان کو دہشت گردوں کی فہرست سے خارج کردیا ⁂ 18 جولائی/: پاکستان: صدر پیپلز یونٹی کا قتل، پی آئی اے ملازمین کا احتجاج، پروازیں درہم برہم ⁂ 19 جولائی/: پاکستان: الطاف حسین کی کلیئرنس، گورنر سندھ عشرت العباد کی عہدے پر واپسی ⁂ 20 جولائی/: پاکستان: دریاؤں میں پانی کی آمد 16 فیصد کم، نیا آبی بحران پیدا ہوگیا، ارسا کا ہنگامی اجلاس طلب۔

(اضافہ واصلاح شدہ پانچواں ایڈیشن) صفحات: 584

ماہِ رمضان کے فضائل واحکام

قرآن وحدیث اور فقہ کی روشنی میں رمضان کے مہینہ کے فضائل واحکام، چاند کے فضائل واحکام، روزے کے فضائل واحکام، سحری کے فضائل واحکام، افطاری کے فضائل واحکام، تراویح کے فضائل واحکام، شبِ قدر کے فضائل واحکام، اعتکاف کے فضائل واحکام، اوران سے متعلق رائج منکرات وبدعات، جملہ موضوعات پر مکمل، مدلل اور سیر حاصل بحث

مصنّف: مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران: چاہ سلطان راولپنڈی پاکستان